نُصرَۃ کا حصول

خلافت کے قیام کے لیے اتھارٹی (اقتدار) حاصل کرنے کا شرعی طریقہ

حزب التحریر ولایہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اولین مسلمانوں کو عزت و شرف بخشا، انہیں اجر عظیم سے نوازا اور اپنی عالی شان کتاب قرآنِ مجید میں ان کی تعریف بیان کی۔ وہ اولین مسلمان، وہ دو سعادت مند گروہ جنہوں نے اسلامی ریاست کے قیام کے عظیم مشن کو پورا کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں مہاجرین اور انصار کے نام سے مخاطب کیا۔ مہاجرین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس دین کی خاطر ہجرت کی اور انصار وہ ہیں جنہوں نے اس دین کیلئے نُصرَۃ دی۔ یہ ہجرت دراصل اسلامی ریاست کے قیام کا اعلان تھا اور اسلام کے گھر یا زمین (دارالاسلام) کی جانب منتقل ہونا تھا، جبکہ نُصرَۃ اسی ہجرت کی خاطر اور دارالاسلام کے قیام کیلئے تھی۔ پس نُصرَۃ اور انصار کے بغیر نہ تو ہجرت ہوتی اور نہ ہی مہاجرین، مہاجرین کہلاتے۔ اس لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلمان، جو اکثر و بیشتر قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہو اور اس تلاوت میں وہ انصار و مہاجرین کے فضائل کا تذکرہ پڑھتا ہو، وہ ہجرت اور نُصرہ کی فضیلت سے صَرف نظر کر سکے؟

چونکہ ہم نصرۃ پر بحث کر رہے ہیں جس کے بعد ہجرت وقوع پذیر ہوئی، اس لیے ہمارے لئے ناگزیر ہے کہ ہم نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں اور اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کریں۔ نبی ﷺ کی مکی زندگی کا محور اسلام کے نفاذ کے لئے ایک دار (گھر) قائم کرنا تھا، جسے

دارالاسلام کہتے ہیں۔آپ ﷺ ایک سوچے سمجھے ہدف کے ساتھ ایک واضح متعین راستے پر چلے تاکہ بعد کی نسلیں دارلاسلام کی غیر موجودگی کی صورت میں اس کے قیام کیلئے نہ صرف اس راستے کی اتباع کر سکیں، بلکہ اس راستے کی پیروی کرنا ان کیلئے لازم ہو۔

ہجرت سے تین سال قبل 10 سنِ نبوی کو آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوا۔ ابو طالب، جنہوں نے کسی حد تک آپ ﷺ کے لیے حفاظت کا سامان کر رکھا تھا جس کے باعث آپ ﷺ بخیر و عافیت اسلام کی دعوت کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے، کی وفات کے بعد نبی ﷺ نے محسوس کیا کہ مکہ کے معاشرے پر نہ تو اسلام کی دعوت کا زیادہ اثر ہے اور نہ ہی مکہ میں اسلام اور اسلام کے افکار کیلئے رائے عامہ ہموار ہے۔ یہ وہ مرحلہ تھا جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نُصرہ طلب کرنے کا حکم دیا۔ نصرۃ لغت میں۔"احسن انداز میں مدد" کو کہتے ہیں۔ عربی لغات میں بیان کیا گیا ہے کہ نصر کا مطلب ظلم کے شکار لوگوں کی مدد کرنا ہے، اور انصار کا معنی ہے وہ گروہ جو مدد مہیا کرے اور نصرۃ کا مطلب ہے اچھے انداز میں مدد کرنا۔ سیرۃ ابنِ ہشام کے باب "نبی ﷺ کی ثقیف کے قبیلے سے نُصرۃ حاصل کرنے کی کوشش" میں درج ہے: قَالَ ابن إسْحَاقَ : وَلَمّا هَلَكَ أَبُو طَالب، نَالَتْ قُرَيْشٌ من رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) من الأَذَى ما لَمْ تَكُنْ تَنَالُ منه في حياةَ عمّه أَبِي طَالَب، فَخَرَجَ رَسُولُ الله (صلى الله عليه وآله وسلم) إلَى الطّائف يَلْتمسُ النّصرةَ من ثَقيف، والْمنعةَ بهم من قَومه، ورجاءَ أَنْ يَقْبلُوا منه ما جاءهم به من الله عز، وجل فَخرج إلَيْهم وحدَه" ابنِ اسحاقؒ بیان کرتے ہیں: جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو قریش نے نبی ﷺ کو اتنی اذیتیں دیں جتنی کہ وہ ان کی موجودگی میں کبھی نہیں دے سکتے تھے۔ پس نبی ﷺ طائف روانہ ہوئے تاکہ ان

سے نُصرۃ طلب کر سکیں اور ان سے کہہ سکیں کہ وہ اس پر ایمان لائیں جو آپ ﷺ پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ اکیلے طائف روانہ ہوئے تھے" ۔ابنِ عباس، علی بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں: **لَمَّا أَمر اللَّه نَبيّه أَنْ يعرِض نَفْسه عَلَى قَبائل الْعَرب، خَرَجَ وَأَنَا منْهُ وَأَبُو بَكْر إِلَى منًى، حَتَّى دَفَعَنا إِلَى مَجْلس منْ مَجَالس الْعَرَب** "جب اللہ نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا کہ وہ قبائلِ عرب کے سامنے اپنے آپ کو پیش کریں تو آپ ﷺ میرے اور ابو بکر کے ساتھ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے جہاں پر عربوں کی ایک مجلس ہو رہی تھی"۔(ابنِ حجر عسقلانی نے فتح الباری، تحفۃ الاحوذی اور الکلام میں، نیز حاکم اور ابو نعیم نے اور بیہقی نے الدلائل میں قوی راویوں سے اس حدیث کو روایت کیا)۔

پس یہ واضح ہے کہ نبی ﷺ کی طرف سے اپنے آپ کو عرب قبائل پر پیش کرنا، ان سے نُصرہ طلب کرنا نیز اس نُصرۃ کو طلب کرنے کا وقت، سب براہِ راست اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے تھا، جیسا کہ علی بن ابی طالب کی درج بالا روایت سے واضح ہے۔ اس حکم کا وقت اس بات سے مطابقت رکھتا ہے کہ نبی ﷺ ابو طالب کے انتقال کے باعث مدد اور حفاظت کھو چکے تھے۔ قریش اب نبی ﷺ کو اس بات کے لیے کھلا چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے کہ وہ اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتے رہیں۔ مزید برآں نبی ﷺ کو مکہ کے معاشرے سے امید نہیں تھی کہ وہ آپ ﷺ کے اقتدار و اختیار کو تسلیم کرتے کیونکہ مکہ کے معاشرے کی رائے عامہ اسلام کیلئے ہموار نہ تھی۔ پس اس موقع پر آپ ﷺ کو نُصرۃ طلب کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ دعوت کو سہارا مل سکے اور اسلام کو اس مقام پر لایا جا سکے کہ جہاں اسلام کو اتھارٹی حاصل ہو اور اسلام کے احکامات کا جامع انداز

میں نفاذ ہو سکے۔ نبی ﷺ نے نصرۃ طلب کرنے کی ابتدا طائف سے کی، جس کا شمار اس وقت جزیرۃ العرب کے طاقتور ترین قبائل میں ہوتا تھا۔ درحقیقت یہ قبیلہ طاقت، عزت اور مرتبے میں قریش کے ہم پلہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب ولید بن مغیرہ نے محمد ﷺ پر قرآن کے نزول کا انکار کیا تو اس نے کہا کہ آخر کیوں یہ کتاب قریش اور طائف کے شرفاء پر نازل نہ ہوئی۔ جس پر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْءانُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ) ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کیوں دو شہروں (مکہ اور طائف) کے بڑے آدمیوں پر نازل نہیں کیا گیا'' (سورۃ الزخرف: 31)۔

اہلِ طائف کی طاقت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی ریاست کے قیام کے بعد بھی طائف آسانی سے فتح نہ ہو پایا۔ اس کا محاصرہ کیا گیا اور دونوں جانب بھاری جانی نقصان ہوا یہاں تک کہ منجنیقوں کے ذریعے اہلِ طائف کی مزاحمت توڑنے کی کوشش کی گئی۔

نبی ﷺ طائف کے سرداروں اور شرفاء سے ملنے وہاں گئے۔ وہ طائف کے تین سرداروں سے ملے اور ان سے اسلام اور نُصرۃ سے متعلق بات کی۔ تاہم نبی ﷺ ان سے مایوس لوٹ آئے کیونکہ ان سرداروں نے آپ ﷺ کو نُصرۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ آغاز تھا۔ نبی ﷺ طائف سے واپس لوٹے اور مکہ کے نواح میں مطعم بن عدی کے پاس ٹھہرے اور حج کے اوقات میں عرب کے دیگر طاقتور قبائل سے رابطہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ قبائلی سردار درحقیقت آج کی حکومتوں کے سربراہوں جیسی حیثیت رکھتے تھے۔ سیرت ابنِ ہشام کے باب: ''نبی ﷺ کا اپنے آپ کو قبائل پر پیش کرنا'' میں بیان کیا گیا ہے کہ ابن اسحٰق نے روایت کیا: ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ

(صلى الله عليه وآله وسلم) مكّةَ، وقَومه أَشَدُّ ...، فَكَانَ رَسُولُ اللّه (صلى الله عليه وآله وسلم) يَعرِضُ نَفْسه فِي الْمَواسم إِذَا كَانَتْ عَلَى قَبَائِلِ الْعَرب يَدْعُوهُم إِلَى اللّه، ويُخبرهم أَنه نبي مرسل، ويسأَلُهم أَنْ يصدّقُوه ويمنعوه حتى يبين (لهم) الله ما بعثه به "نبی ﷺ مکہ واپس آئے تو قریش پہلے سے بھی زیادہ شدید ہو گئے... پس نبی ﷺ نے حج کے اوقات میں مختلف قبائل سے رابطہ کیا۔ آپ ﷺ انہیں بتاتے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رسول ہیں اور ان پر زور دیتے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی حفاظت کریں یہاں تک کہ اللہ اُسے ظاہر کر دے جو اللہ نے نازل کیا ہے۔"

سیرت کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ حج کے اوقات میں ہر اس شخص سے رابطہ کرتے جو کسی عزت و طاقت کے مقام پر فائز تھا۔ سیرت ابنِ ہشام کے باب: "نبی ﷺ کا اوقاتِ حج میں عربوں سے رابطہ" میں درج ہے کہ ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں :فَكَانَ رَسُولُ اللّه (صلى الله عليه وآله وسلم) عَلَى ذَلِكَ مِنْ أَمْره، كُلّمَا اجْتَمع لَهُ النّاس بِالْمَوسمِ أَتَاهُم يَدْعُو الْقَبَائل إِلَى اللّه وإِلَى الإِسْلاَم، ويعرِض عَلَيْهِم نَفْسه وما جاء به من اللّه من الْهُدَى والرّحْمَة، وهو لاَ يسمع بِقَادمٍ يَقْدم مَكّةَ من الْعَرب لَه اسْم وشَرَفٌ، إِلاّ تَصَدّى لَه فَدَعاه إِلَى اللّه وعَرض عَلَيْه ما عنْده" "دوران حج جب بھی نبی ﷺ لوگوں سے ملتے تو مستقل مزاجی کے ساتھ (طلبِ نصرۃ اور حفاظت) کے معاملے کے پیچھے لگے رہتے۔ آپ ﷺ قبائل کو اسلام کی جانب بلاتے اور اپنے آپ کو اور جو کچھ آپ ﷺ پر نازل ہوا تھا، اسے قبائل پر پیش کرتے۔ نبی ﷺ نے ایسے کسی بندے کو نہ چھوڑا جو تھوڑے سے بھی شرف و مرتبے کا

حامل ہو، جس نے مکہ کا سفر کیا ہو اور آپ ﷺ نے اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب نہ بلایا ہو اور اپنی دعوت پیش نہ کی ہو"۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نُصرہ کی تلاش میں بنی کلب کے پاس گئے اور انھوں نے آپ ﷺ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ یمامہ کے بنی حنیفہ کے پاس گئے اور وہ تمام عربوں سے زیادہ گستاخی سے پیش آئے۔ آپ ﷺ بنی عامر بن صَعْصَعہ کے پاس گئے لیکن انھوں نے یہ شرط رکھی کہ آپ ﷺ کے بعد اختیار (اتھارٹی یا حکومت) ان کو دیا جائے گا، آپ ﷺ نے اس مشروط پیشکش کو مسترد کر دیا۔ پھر آپ ﷺ یمن کے بنی کِندہ کے خیموں میں گئے اور انھوں نے بھی آپ ﷺ کے بعد اتھارٹی اپنے ہاتھ میں ہونے کا مطالبہ کیا، پس آپ ﷺ نے ان کی نُصرۃ کی پیش کش مسترد کر دی۔ آپ ﷺ بنی بکر بن وائل کے خیموں میں گئے، انہوں نے آپ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ سلطنتِ فارس کی سرحد کے پاس رہتے تھے۔ جب آپ ﷺ نے بنی ربیعہ کے خیموں کا دورہ کیا تو انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ ﷺ بنی شعبان سے ان کے خیموں میں ملے، یہ قبیلہ بھی سلطنتِ فارس کی سرحد کے قریب رہتا تھا۔ بنی شعبان نے نبی ﷺ کو پیش کش کی کہ وہ عربوں سے تو آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے تیار ہیں، تاہم انہوں نے فارس سے حفاظت پر معذوری کا اظہار کیا، پس نبی ﷺ نے انہیں جواب دیا: «**ما أسأتم الرد إذ أفصحتم بالصدق، إنه لا يقوم بدين الله إلا من حاطه من جميع جوانبه**» "تمہاری طرف سے اس سچ کا اظہار دراصل اس دعوت کا مسترد کرنا

ہے۔ اللہ کے اس دین کے لیے صرف وہی کھڑے ہو سکتے ہیں جو ہر طرف سے اس دین کی حفاظت کر سکیں۔"

نبی ﷺ نے مختلف قبائل کے انکار کے باوجود طلبِ نُصرۃ کا عمل جاری رکھا، نبی ﷺ نہ توڈگمگائے، اور نہ ہی مایوس ہوئے اور نہ ہی آپ ﷺ نے اس طریقہ کار کو تبدیل کیا۔ 'زادالمعاد' میں واقدی سے روایت ہے، جو بیان کرتے ہیں: وَكَانَ مِمَّنْ يُسَمِّي لَنَا مِنَ الْقَبَائِلِ الَّذِينَ أَتَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) ودَعَاهم وعرض نَفْسَه عَلَيْهِمْ بَنُو عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ، وَمُحَارِبُ بْنُ حصفة، وفَزَارَةُ، وغَسَانُ، ومرةُ، وحَنِيفَةُ، وسُلَيم، وعبسَ، وبنو النّضرِ، وبنو الْبَكّاء، وَكِنْدَةُ، وكَلْب، والْحَارِثُ بْنُ كَعْب، وعُذْرةُ، والْحَضَارِمَةُ، فَلَمْ يَسْتَجِبْ مِنْهُمْ أَحدٌ.... "نبی ﷺ جن قبائل سے ملے اور انہیں دعوت دی اور ان پر اپنے آپ کو نُصرَۃ کے لیے پیش کیا، ان میں بنی عامر بن صعصعہ، محارب ابن حفصہ، فزارہ، غسّان، مرّہ، حنیفہ، سُلیم، عبس، بنو نضر، بنو بکاء، کندہ، کلب، حارث ابن کعب، عُدرہ اور حضارِمہ شامل ہیں، کسی نے بھی دعوت قبول نہ کی۔"

نبی ﷺ مسلسل نُصرہ طلب کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس دین کو نُصرہ سے نوازا۔ سیرت ابنِ ہشام میں ابنِ اسحاق سے مروی ہے: "فَلَما أَرادَ اللّٰه عَز وجل إِظْهَار دينه وَإِعْزَاز نَبيّه (صلى الله عليه وآله وسلم) وَإِنْجَاز مَوْعده لَهُ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰه (صَلَى اللّٰه عليه وَآله وسلم) فِي الْمَوْسِمِ الَّذِي لَقِيَهُ فِيهِ النَّفَرُ مِنَ الأَنْصار، فَعَرَضَ نَفْسَهُ عَلَى قَبَائِلِ الْعَرب، كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فِي كُلّ مَوْسم. فَبَيْنَمَا هُوَ عِنْدَ الْعَقَبَةِ لَقِيَ رَهْطًا مِنَ الْخَزْرَجِ أَرَادَ اللّٰهُ بِهِمْ خَيْرًا." "جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس دین کے

غلبے، اپنے نبی کو شرف بخشنے اور اپنے وعدے کی تکمیل کا ارادہ کیا، تو نبی ﷺ حج کے اوقات میں نکلے اور ان کی ملاقات انصار کے کچھ لوگوں سے ہو گئی۔ نبی ﷺ نے اپنے آپ کو عرب قبائل پر پیش کیا جیسا کہ آپ ﷺ اس سے پہلے کرتے رہے تھے۔ پس آپ 'العقبہ' کے مقام پر تھے، جہاں آپ نے قبیلہ خزرج کے اُن افراد سے ملاقات کی، جنہیں اللہ بھلائی عطا کرنا چاہتا تھا۔''

خزرج کے ان افراد نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کی اور وہ قبیلۂ اوس سے اپنے تنازعات سلجھانے کیلئے واپس چلے گئے۔ اگلے سال وہ 12 افراد کے ساتھ آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ عقبہ کے مقام پر ملاقات کی۔ یہاں پر عقبہ کی پہلی بیعت ہوئی۔ پھر جب مدینہ کا معاشرہ مصعب بن عمیر کی کوششوں کے باعث تیار ہو گیا تو مدینہ کے شرفاء نے نبی ﷺ سے ملاقات کی تاکہ نبی ﷺ کو نُصرۃ اور حفاظت کی پیش کش کر سکیں۔ پس وہ دوبارہ نبی ﷺ سے عقبہ میں ملے اور یہاں انھوں نے نبی ﷺ کی بیعت کی۔ یہ بیعت نبی ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کی بیعت تھی۔ سیرت ابنِ ہشام نے اس بیعت کو روایت کیا ہے: **ثُمّ قَال: أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ تَمْنَعُونِي مِمّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ نِسَاءَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ. قَالَ: فَأَخَذَ الْبَرَاءُ بْنُ مَعْرُورٍ بِيَدِهِ ثُمّ قَالَ: نَعَمْ وَالّذِي بَعَثَك بِالْحَقّ (نَبِيّا) لَنَمْنَعَنّك مِمّا نَمْنَعُ مِنْهُ أُزُرَنَا، فَبَايِعْنَا يَا رَسُولَ اللّهِ، فَنَحْنُ وَاَللّهِ أَبْنَاءُ الْحُرُوبِ وَأَهْلُ الْحَلْقَةِ وَرِثْنَاهَا كَابِرًا (عَنْ كَابِرٍ)** ''میں تم لوگوں سے بیعت لیتا ہوں کہ تم میری ایسی حفاظت کرو گے جیسے کہ اپنے بیوی بچوں کی کرتے ہو۔'' بَراء بن معرورؓ نے نبی ﷺ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا: بیشک اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا، ہم آپ ﷺ کی ایسی حفاظت کریں گے جیسے کہ ہم اپنی اولاد کی کرتے ہیں، یا رسول اللہ! ہم سے بیعت لیجئے، اللہ کی قسم ہم جنگوں کے بیٹے ہیں اور سامانِ حرب

ہمارے لئے کھلونوں کی مانند ہیں، اور یہ بات ہمارے آباؤ اجداد سے ہم میں میراث کے طور پر چلی آ رہی ہے"۔

پس انصار کی اس نُصرۃ کے ذریعے اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور اسلامی ریاست وجود میں آگئی!

نبی ﷺ نُصرۃ دو امور کیلئے طلب کر رہے تھے۔ **اول:** اپنی حفاظت اور ایذا و تکلیف کو دور کرنے کیلئے تاکہ وہ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکیں اور **دوئم:** اسلام کو ریاست اور اختیار و اقتدار کی پوزیشن پر لانے کیلئے۔ جہاں تک پہلے مقصد کا تعلق ہے، تو حاکم نے اپنی مستدرک میں جابرؓ سے حدیث روایت کی جو کہ شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر پورا اترتی ہے: **كان رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) يعرض نفسه على الناس... فيقول: هل من رجل يحملني إلى قومه، فإن قريشاً قد منعوني أن أبلغ كلام ربي؟ قال: فأتاه رجل من بني همدان فقال: أنا. فقال: وهل عند قومك منعة؟ قال: نعم. وسأله من أين هو فقال: من همدان. ثم إن الرجل خشي أن يخفره قومه –أي ينقضوا عهده– فأتى رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) فقال: آتي قومي فأخبرهم ثم ألقاك من عام قابل. قال: نعم** "رسول اللہ ﷺ لوگوں پر اپنے آپ کو پیش کرتے اور کہتے :- کیا ایسا کوئی ہے جو مجھے اپنے لوگوں کے پاس لے جائے، یہ قریش مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں؟۔ بنی ہمدان سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میں لے جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہاری قوم کے پاس قوت ہے۔ اس شخص نے جواب دیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے اُس شخص سے پوچھا کہ تم کہاں سے ہو۔ اس شخص نے کہا کہ وہ بنی ہمدان سے ہے۔ پھر اس شخص کو خوف ہوا کہ اس کے لوگ شاید اسے شرمندہ کریں (اس کا حفاظت کا وعدہ پورا نہ کریں)، پس وہ رسول اللہ

ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرے لوگ آرہے ہیں، آپ ان سے بات کریں، اور میں آپ سے اگلے سال ملاقات کرونگا۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: اچھا"۔ سیرت ابنِ ہشام میں ابنِ اسحٰق سے مروی ہے: **فكان رسول الله يعرض نفسه في المواسم على قبائل العرب يدعوهم إلى الله وإلى نصرته، ويخبرهم أنه نبي مرسل، ويسألهم أن يصدّقوه ويمنعوه حتى يبين عن الله ما بعثه به**"رسول اللہ ﷺ حج کے ایام میں عرب قبائل سے رابطہ کرتے، انہیں اللہ کی جانب پکارتے اور نُصرۃ طلب کرتے، آپ ﷺ انہیں بتاتے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے کہتے کہ وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی حفاظت کریں یہاں تک کہ اللہ اس کو غالب کر دے جو اللہ نے نازل کیا ہے"۔

پس نُصرۃ طلب کرنے کی یہ درخواست اس مقصد کیلئے تھی تاکہ رسول اللہ ﷺ حفاظت سے اس دعوت کو آگے لے جا سکیں۔

جہاں تک نُصرۃ طلب کرنے کے دوسرے مقصد، یعنی اسلام کو ریاست اور اتھارٹی کی پوزیشن پر لانے کا تعلق ہے، تو یہ وہ ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے بنی شعبان سے ان کے خیموں میں گفتگو کی اور ان سے نصرۃ طلب کی، لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اسی طرح وہ گفتگو جو آپ ﷺ نے بنی عامر بن صعصعہ اور بنی کندہ سے کی لیکن انھوں نے آپ ﷺ کے بعد اقتدار کا مطالبہ کیا، نبی ﷺ نے اس مشروط نُصرۃ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ سلسلہ عقبہ کے مقام پر بیعتِ ثانیہ پر اختتام پذیر ہوا جہاں آپ ﷺ کی جانب سے حفاظت طلب کرنے پر اوس اور خزرج نے آپ ﷺ کی خاطر جنگ کرنے کی بیعت کی۔ آپ ﷺ قبائل کے سامنے نُصرۃ

کا مطالبہ رکھنے سے قبل انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ سیرت ابنِ ہشام میں زُہری سے روایت ہے: ((أَنّه أَتَى بني عَامر بْن صعصعة فَدعاهم إِلَى الله عز وجل وعرض عَلَيْهِم نَفْسه فَقَالَ لَه رجل منْهُمْ – يقَالُ لَه بيحرةُ بن فراس ...وَاللّٰه لَو أَنِي أَخذْت هذَا الْفتى من قُرَيْش ، لَأَكَلْتَ به الْعرب ، ثُمّ قَالَ أَرأَيتَ إِنْ نَحْن بايعْنَاك عَلَى أَمرك ، ثُمّ أَظْهرك اللّٰه عَلَى من خالَفَك ، أَيكُونُ لَنا الْأَمر من بَعْدك ؟ قَالَ الْأَمر إِلَى اللّٰه يضعه حيثُ يشَاء قَالَ فَقَالَ لَه أَفَتهدَفُ نَحورنا للْعَرَب دونَك ، فَإِذَا أَظْهرك اللّٰه كَانَ الْأَمر لغَيْرنَا لَا حاجةَ لَنَا بأَمْرك)) ''آپ ﷺ بنی عامر بن صعصعہ کے پاس گئے اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی اور ان پر اپنے آپ کو پیش کیا (یعنی نصرۃ طلب کی)۔ تو ان میں سے ایک شخص جسے بیحرۃ بن فراس کہا جاتا تھا، نے کہا: اگر یہ شخص میری مٹھی میں آجائے تو میں اس کے ذریعے پورے عرب کو کھا جاؤں۔ پھر اس نے آپ ﷺ سے کہا: ''آپ کیا کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے 'امر' (حکومت) پر آپ کی بیعت کر لیں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے مخالفوں پر فتح عطا فرمادے تو کیا آپ کے بعد یہ 'امر' (یعنی حکومت) ہمیں ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: 'امر' (حکمرانی) اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسے چاہے اسے سونپ دے۔ اس پر اس شخص نے کہا: کیا ہم آپ کے لئے عربوں کے تیروں سے اپنے سینے چھلنی کرائیں اور پھر جب آپ کامیاب ہو جائیں تو حکمرانی ہمارے علاوہ کسی اور کو ملے؟! نہیں ہمیں آپ کے 'امر' کی کوئی ضرورت نہیں''۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ عرب خوب جانتے تھے کہ آپ ﷺ نصرۃ طلب کر کے درحقیقت کیا طلب فرما رہے ہیں، یعنی ایک اتھارٹی اور ریاست کے قیام کے لیے ایک مضبوط اور طاقتور قبیلے کی حمایت۔ وہ جانتے تھے کہ اس اتھارٹی کے خلاف پورا عرب اٹھ کھڑا ہو گا۔ نصرۃ

دینے والے قبائل کو رسول اللہ ﷺ اور اس نوخیز ریاست کی حفاظت کے لئے پورے عرب کے خلاف لڑنا پڑیگا۔ اس قربانی کے بدلے بنو عامر اور بنی کِندہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اپنے لیے حکومت اور سرداری کی ضمانت چاہتے تھے اور اسی شرط پر نصرۃ دینے کے لئے تیار تھے۔ یہ یثرب کے اوس و خزرج ہی تھے جنہوں نے بغیر کسی شرط کے محض اللہ کی رضا کے لئے آپ ﷺ کی حفاظت اور اسلام کے نفاذ کے لئے نصرۃ فراہم کی۔

انصار نے یہ بیعت عقبہ کے مقام پر دی۔ بیعت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے سب سے پہلے گفتگو کا آغاز کیا۔ سیرت ابنِ ہشام میں کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ عباس نے انصار سے خطاب کرتے ہوئے کہا : ((**يا معشَر الخَزرج ... فَإِنْ كُنْتم ترونَ أَنّكُم وافُونَ لَهَ بِمَا دَعوتُمُوه إِلَيْه ومَانعوه مِمّنْ خَالَفَه فَأَنْتم وما تَحملْتم مِنْ ذَلكَ وَإِنْ قَالَ فَقُلْنَا لَهَ قَدْ سَمِعْنَا ما قُلْتَ ، فَتَكَلّم يَا رسولَ اللّه فَخذْ لنَفْسك وَلرَبّك ما أَحببْت**)) ''اے خزرج کے لوگو!...اگر تم سمجھتے ہو کہ جس غرض سے تم نے اَن کو دعوت دی ہے اسے پورا کروگے اور ان کے مخالفین سے ان کی حفاظت کروگے تو بے شک تم اس بار کو اٹھالو۔ ورنہ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ہاں چلے آنے کے بعد تم ان کا ساتھ چھوڑ دوگے تو بہتر یہ ہے کہ ابھی ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو''۔ انصار نے یہ سننے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا اور کہا کہ آپ ﷺ جو چاہیں اپنے لئے عہد و پیمان لے سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قرآن کی آیات تلاوت فرمائیں اور اسلام کی ترغیب کے بعد فرمایا: ((**أُبَايعُكُمْ عَلَى أَنْ تَمْنَعُونِي مِمّا تَمْنَعونَ منْهُ نسَاءَكُمْ وأَبنَاءكُم**)) ''کہ میں اس شرط پر تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم میری اس طرح حفاظت کرو گے جس طرح تم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو''۔ اس پر براء نے بیعت دینے کے لیے آپ

ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہم آپ ﷺ کی بیعت کرتے ہیں۔ بخدا ہم اہلِ حرب اور اہلِ جماعت ہیں اور یہ فخر ہم کو وراثتاً اپنے بزرگوں سے ملتا رہا ہے۔ براء ابھی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ان کی بات کاٹ کر ابو الہیثم بن تیہان نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان جو رشتہ اور تعلق ہے ہم اسے قطع کر دینے کے لئے آمادہ ہیں اگر ہم نے ایسا کر دیا اور اللہ نے آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا تو کیا آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر پھر اپنی قوم کے پاس چلے آئیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا پھر کہا:((بل الدّم الدّم والهَدْم الهَدْم أنا منكُمْ وأنتم منّي، أُحارِبُ من حاربتم وأُسالِمُ من سالَمتم))"(تمہارا) خون (میرا) خون، (تمہاری) بربادی (میری) بربادی ہے۔ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو جس سے تم لڑو گے میں لڑوں گا، جس سے تم صلح کرو گے میں صلح کروں گا"۔

سیرت ابنِ ہشام میں عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے:((أَنّ الْقوم لَما اجتمعوا لبَيْعَة رَسُول الله صلّى الله عَلَيْه وسلّم قَالَ الْعباس بن عبادَة بن نضْلَة الْأَنْصاري ، أَخو بَني سالم بن عَوْف يا معشَر الْخزرج ، هل تدْرونَ علَام تُبايعونَ هذَا الرجل ؟ قَالُوا : نعم قَالَ إنّكُمْ تُبايعونَهُ علَى حرب الْأَحْمر والْأَسْود من النّاس فَإنْ كُنْتم ترونَ أَنّكُم إذَا نُهكَتْ أَموالُكُم مُصيبَةً وأَشْرافُكُم قَتْلًا أَسلَمتموه فَمن الْآنَ فَهو والله إنْ فَعلْتم خزْيُ الدّنْيا والْآخرَة وإنْ كُنْتم ترونَ أَنّكُم وافُونَ لَه بمَا دعوتُمُوه إلَيْه علَى نَهْكَة الْأَموال وقَتْل الْأَشْراف فَخذُوه فَهو والله خير الدّنْيا والْآخرَة قَالُوا : فَإنّا نَأْخذُه علَى مُصيبَة الْأَموال وقَتْل الْأَشْراف . فَما لَنَا بذَلكَ يا رسولَ الله إنْ نَحْن وفّينا (بذَلكَ) قَالَ الْجنّةُ . قَالُوا : ابسطْ يدَك . فَبسَطَ يده فَبايعوه وأَما عَاصم

بن عمر بن قتادة فقال والله ما قال ذلك العباس إلا ليشد العقد لرسول الله صلى الله عليه وسلم في أعناقهم . وأما عبد الله بن أبي بكر فقال ما قال ذلك العباس إلا ليؤخر القوم تلك الليلة رجاء أن يحضرها عبد الله بن أبي ابن سلول ، فيكون أقوى لأمر القوم . فالله أعلم أي ذلك كان))"جب یہ سب جماعت رسول اللہ ﷺ کی بیعت پر آمادہ ہوئی تو عباس بن عبادہ بن نضلۃ الانصاری نے جو بنی سالم بن عوف کے رشتہ دار تھے سب کو مخاطب کر کے کہا: تم ان ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھ گئے ہو جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی وجہ سے تم پر عائد ہوں گی۔ انہوں نے کہا ہاں سمجھ گئے۔ انہوں نے کہا: اس بیعت کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں ہر قوم سے لڑنا پڑیگا، تو اگر ان کی حمایت میں کسی مصیبت کی وجہ سے تمہاری دولت برباد ہو جائے اور تمہارے اشراف مارے جائیں اور پھر تم ان کا ساتھ چھوڑ دو تو اُس وقت ایسا کرنے سے یہ بہتر ہے کہ ابھی انکار کر دو۔ کیونکہ اقرار کے بعد عدم ایفاء کرنے کا نتیجہ دین و دنیا کی رسوائی ہے۔ اور اگر تم ان تمام مصائب پیش آنے کے بعد بھی ایفائے عہد کے لئے آمادہ ہو تو بیشک انہیں اپنے ساتھ لے چلو۔ اس میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی ہے۔ اس پر سب حاضرین نے کہا: ہم مال و جان کی مصیبت کو برداشت کر کے آپ ﷺ کو لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ آپ فرمائیں اگر ہم نے آپ کے ساتھ وفا کی تو ہمیں اس کے بدلے میں کیا ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت۔ انہوں نے کہا ہاتھ پھیلایئے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ بڑھایا اور سب نے آپ ﷺ کی بیعت کی۔

پس ہجرتِ مدینہ کا اصل مقصد اسلام کے نفاذ کے لئے اقتدار حاصل کر کے اسلامی اتھارٹی یا حکومت کا قیام تھا جس کے تحفظ کی یقین دہانی انصار بیعت کے ذریعے فراہم کر رہے تھے۔ یہ ہے وہ نصرۃ کی دوسری قسم جس کا مقصد اسلامی اتھارٹی یا اسلامی ریاست کو قائم کرنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اللہ کے حکم پر طلبِ نُصرۃ کیلئے ان تھک کوششیں کرنا اور ہر قسم کی تکالیف اور ناکامیوں کے باوجود، استقامت کے ساتھ مسلسل اسی طریقے پر بلا کسی تبدیلی کے ڈٹے رہنا، اس بات کی طرف واضح اشارہ (قرینہ) ہے کہ اللہ کی طرف سے طلبِ نُصرۃ کا حکم، ایک حتمی حکم تھا اور اس بناء پر فرض تھا۔ یہ ریاست کے قیام اور اسلامی طرزِ زندگی کے احیاء کے طریقۂ کار کا حصہ ہے جس سے انحراف کی کوئی گنجائش نہیں۔

پس کوئی بھی جماعت جو اسلام کے بطورِ ریاست نفاذ کے لیے کام کر رہی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار کی پیروی کرتے ہوئے اتھارٹی کے حصول کے لیے اپنے دور کے اہلِ نُصرۃ (اہلِ قوت) سے نصرۃ طلب کر رہی ہو۔ آج اہلِ نُصرۃ یا اہلِ قوت اسلامی ممالک کی افواج ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے وقت میں قبائل کو ایک وجود یا اکائی تصور کرتے تھے اور ان میں موجود اہلِ نُصرۃ سے نُصرۃ طلب کرتے تھے۔ جبکہ آج اس کا اطلاق مسلم افواج یا بعض ممالک میں اُن بڑے قبائل پر ہوتا ہے، جو حکومت کو تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پس حزب التحریر، جو کہ خلافت کے قیام کے ذریعے اسلامی طرزِ زندگی کے احیاء کیلئے کام کر رہی ہے، ان اہلِ قوت سے نُصرہ طلب کرتی ہے۔

حزب التحریر کا نُصرۃ طلب کرنا سیاسی عمل ہے، جبکہ مادی اعمال کرنا اہلِ قوت کا کام ہے جو اس کی صلاحیت رکھتے ہیں اور حزب کے لیے افواج کو حرکت میں لا سکتے ہیں اور اتھارٹی کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ حزب التحریر مختلف ذرائع سے اہلِ قوت کو ابھارتی ہے کہ وہ ریاستِ خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کو نُصرۃ دیں، یعنی وہ موجودہ حکمرانوں کو اکھاڑنے کے لیے حرکت میں آئیں

اوران حکمرانوں کی بجائے حزب التحریر کو حکومت واقتدار منتقل کریں۔ نیز حزب امت کے ذریعے اہلِ قوت پر اثرانداز ہوتی ہے کہ وہ اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے قدم اٹھائیں۔

نُصرۃ طلب کرنا انتہائی اہم عمل ہے، علاوہ ازیں یہ طریقہ کار کے لحاظ سے فرض بھی ہے۔ اوراس حال میں کہ جب معاشرے میں پختہ عزم کا فقدان ہو اور اقتدار ٹی امت کے ہاتھ میں نہ ہو تو ان حالات میں تبدیلی محض عوام کو اسلام کے نفاذ کے لیے قائل کرنے سے نہیں لائی جاسکتی۔ پس اہلِ نُصرۃ سے طاقت اور اقتدار کو حاصل کر کے اسلام کو مکمل اور انقلابی انداز میں نافذ کیا جاتا ہے۔ تاہم اس سے قبل ضروری ہے کہ اسلامی افکار کو معاشرے میں غالب کر دیا جائے یہاں تک کہ معاشرے میں اسلام کے نفاذ کے لیے رائے عامہ قائم ہو جائے۔

طلبِ نُصرۃ کا شرعی حکم اس قدر اہم ہے کہ اسی پر ریاست خلافت کے انہدام کے بعد اس کے دوبارہ قیام کا دارومدار ہے، اسی پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے عَلم کی سربلندی منحصر ہے اور اسی پر غداریوں اور خیانت کے طویل سلسلے کے خاتمے کا انحصار ہے جس کا اس امت کو سامنا ہے۔ آج اس امت پر ''بما انزل اللہ'' (اللہ کے نازل کردہ احکامات) کے ذریعے حکومت نہیں کی جارہی ہے، سرمایہ دارانہ نظام مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط ہے، اور امت کو ہولناک مصائب، آفات اور تکالیف کا سامنا ہے اور امت ایک مخمصے اور گومگو کی حالت میں ہے۔ چونکہ طلبِ نُصرۃ کا عمل ان لوگوں سے متعلق ہے جو حکمرانی کو اسلام کے مطابق تبدیل کرنے کی قوت وصلاحیت کے اسباب رکھتے ہیں، اور چونکہ یہ معاملہ اس قدر سنگین اہمیت اور عجلت کا ہے اس لیے جو لوگ قوت رکھتے ہیں اور تبدیلی کے اسباب کے حامل ہیں، ان کی ذمہ داری انتہائی اہم ہو جاتی ہے کہ وہ اس تبدیلی کو لے

کرآئیں۔ بیشک اگر وہ اس ذمہ داری کو پورا کریں تو اس کا اجر بھی بہت عظیم ہے۔ وہ اجر کیا ہے، اسے جاننے کے لیے ہمیں انصارِ مدینہ کی فضیلت پر نظر ڈالنا ہو گی، جنہوں نے ماضی میں نُصرۃ فراہم کی تھی۔

نصرۃ دینے والوں کا شرف اور فضیلت:

قرآنِ کریم میں:

انصار کی فضیلت کیلئے یہ شرف کافی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ کریم میں ان کا ذکر کیا اور ان کے ایسے اوصاف بیان کیے جو ہر مسلمان کے لیے قابلِ رشک ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا کہ انصار ((السَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن)) میں سے ہیں اور حکم دیا ہے کہ ان کے نقشِ قدم پر بطریقِ احسن چلا جائے۔ وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے ((رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ))۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں... جس کی مسرت اور خوشیاں لازوال ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:(وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) ”دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت حاصل کرنے والے وہ مہاجرین (جنہوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی) اور انصار (مدینہ کے وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کی مدد و اعانت کی)، نیز وہ جنہوں نے ان کی مکمل پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ

سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی، اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔" (سورۃ التوبۃ: 100)۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مزید فرمایا: (لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ) "اللہ نے معاف کر دیا ہے نبی کو اور ان مہاجرین وانصار کو جنہوں نے بڑی تنگی کے وقت میں (غزوہ تبوک کے وقت) نبی کا ساتھ دیا" (سورۃ التوبۃ: 117)۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ دین کے انصار (مددگار) بنیں، تاکہ اللہ ان سے راضی ہو: (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ ءَامَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ) "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے انصار (مددگار) بنو، جس طرح عیسیٰ ابن مریمؑ نے اپنے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا: کون ہیں دین کی راہ میں میرے انصار؟۔ حواریوں نے جواب دیا: ہم ہیں اللہ کے انصار۔ پس بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں طاقت دی اور وہ غالب آ گئے" (سورۃ الصف: 14)۔

رسول اللہ ﷺ کی سنت میں انصار کے فضائل کا بیان:

بیعتِ عقبہ ثانیہ سے متعلق سیرت کی کتابوں میں درج ہے: فَمَا لَنَا بِذَلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ نَحْنُ وَفَّيْنَا (بِذَلِكَ) قَالَ الْجَنَّةُ. قَالُوا: ابْسُطْ يَدَكَ. فَبَسَطَ يَدَهُ

فَبایعوہ''انہوں (انصار) نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ ! اگر ہم اپنے عہد پر پورا اتریں تو ہمارے لئے کیا اجر ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: جنت۔ انھوں نے کہا : ہمارا ہاتھ تھامئے (یارسول اللہ ﷺ)۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور انھوں نے بیعت کی''۔ جبکہ اس کے مقابلے میں وہ اہل قوت، جن پر آج نُصرۃ دینے کی ذمہ داری ہے وہ ابھی تک ان حکمرانوں کی اطاعت کر رہے ہیں جو در حقیقت امت سے قوت چھین کر ان کی گردنوں پر مسلط ہیں۔ حالانکہ ان پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں ایجنٹ حکمرانوں کی اطاعت نہ کریں۔ بخاری و مسلم انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «آيةُ الإيمَان حُبُّ الأَنْصَار، وَآيَةُ النِّفَاق بُغْضُ الأَنْصَار» ''انصار کی محبت ایمان اور انصار سے نفرت نفاق کی نشانی ہے''۔ ترمذی نے براء بن عازب سے روایت کیا ہے جو کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، جب رسول اللہ ﷺ انصار کے متعلق فرمارہے تھے: «لا يُحِبُّهُمْ إلا مُؤمن، وَلا يبْغضُهُم إلا مُنافقٌ، مَنْ أَحَبَّهُمْ فَأَحَبَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَأَبْغَضَهُ اللَّهُ» ''کوئی ان (انصار) سے محبت نہیں کرتا سوائے مؤمن کے، اور کوئی ان سے نفرت نہیں کرتا سوائے منافق کے۔ جس نے ان (انصار) سے محبت کی، اس نے اللہ سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے نفرت کی اس نے اللہ سے نفرت کی۔'' بخاری نے انس سے روایت کیا ہے: «رأَى النَّبِيُّ (صلى الله عليه وآله وسلم) النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ مُقْبلِينَ، قَالَ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ من عُرسٍ، فَقَامَ النَّبِيُّ (صلى الله عليهِ وآله وسلَم) مُمْثلاً فَقَالَ: اللَّهُمَّ أَنْتُم من أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، قَالَهَا ثَلاَثَ مرارٍ» ''نبی ﷺ نے (انصار کی) عورتوں اور بچوں کو سامنے سے آتے دیکھا [ذَیلی راوی کہتا ہے کہ اس کا خیال ہے کہ انس نے کہا کہ وہ کسی شادی سے واپس آرہے تھے]۔

رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور تین بار فرمایا: اللہ کی قسم تم میرے سب سے محبوب لوگوں میں سے ہو"۔ بخاری نے ایک اور حدیث انس سے روایت کی، جو کہتے ہیں: «جاءَتْ امْرأَةٌ من الأَنْصار إِلَى رَسُول اللَّه (صلى الله عليه وآله وسلم) ومعَها صَبِيٌّ لَها، فكَلَّمها رسُولُ اللَّه (صلى الله عليه وآله وسلم) فَقَالَ: والذي نَفْسي بيده، إِنَّكُم أَحبُّ النَّاسِ إِلَيَّ، مرَّتَيْن» "انصار کی ایک عورت اپنے بچے سمیت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ سے بات کی، پس آپ ﷺ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم (انصار) تمام لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو۔ آپ ﷺ نے دو مرتبہ یہ فرمایا"۔ مسلم نے ابنِ عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا: «إِنَّ الأَنْصَارَ كَرِشِي وعَيْبَتِي، وإِنَّ النَّاس سَيَكْثُرُونَ ويَقِلُّونَ، فَاقْبَلُوا من مُحْسنهم واعْفُوا عن مُسيئهم» "انصار میری رگوں کی طرح ہیں (یعنی یہ میرے اعتماد کے لوگ ہیں)۔ لوگ تعداد میں بڑھتے رہیں گے جبکہ انصار گھٹتے جائیں گے۔ پس انصار سے قبول کرو جو اچھے اعمال وہ کریں اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرو"۔ ابن عباس سے مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا: «لا يُبْغِضُ الأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمنُ باللَّه وَالْيَوْم الآخر» "ایسا کوئی شخص نہیں جو اللہ اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہو اور وہ انصار سے نفرت کرے"۔ بخاری نے امر بن مرّہ سے روایت کیا، جو کہتے ہیں: «سَمِعْتُ أَبَا حَمْزَةَ، رَجُلاً من الأَنْصَار، قَالَتْ الأَنْصَارُ: إِنَّ لكُلِّ قَوْم أَتْبَاعًا وإِنَّا قَدْ اتَّبعْنَاكَ، فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَل أَتْبَاعَنَا منَّا، قَالَ النَّبِيُّ (صلى الله عليه وآله وسلم): اللَّهُمَّ اجْعَلْ أَتْبَاعَهُمْ منْهُمْ» "میں نے ابو حمزہ، جو کہ ایک انصاری تھے، کو یہ بیان کرتے سنا:۔ "انصار نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہر قوم کی اتباع کرنے والے ہوتے

ہیں اور ہم نے آپ کی اتباع کی، پس یارسول اللہ ﷺ ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ جو لوگ ہماری اتباع کریں انہیں ہمارا حصہ بنادے، رسول اللہ ﷺ نے کہا: ''یااللہ ان کی اتباع کرنے والوں کو انہی کا حصہ بنا''۔اور حنین کے موقع پر غنائم کی تقسیم پر پیش آنے والا انتہائی پُر اثر واقعہ اس کے علاوہ ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:«أَفَلا تَرضَونَ يا معشَر الأَنْصار أَنْ يذْهب النَّاس بالشَّاة والْبعير وتَرْجعونَ برسُول اللَّه (صلى الله عليه وآله وسلم) في رحالكُم، فَوالَّذي نَفْس مُحَمَّد بيده، لَوْلا الْهجْرَةُ لَكُنْت امْرأً من الأَنْصار، ولَو سلَكَ النَّاس شعْباً وسلَكَت الأَنْصَار شَعْباً لَسلَكْت شعْب الأَنْصار، اللَّهُمَّ ارحم الأَنْصار، وأَبناء الأَنْصار، وأَبْناء أَبْناء الأَنْصار»... ''اے انصار کیا تم اس سے خوش نہیں کہ دوسرے تو بھیڑ اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے ساتھ لے جاؤ؛ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، اگر ہجرت نہ لکھی ہوتی، تو میں انصار میں سے ہوتا۔اور اگر تمام لوگ ایک وادی کی جانب جائیں اور انصار دوسری وادی کی جانب جائیں، تو میں انصار کی وادی کی جانب جاؤں گا۔یااللہ انصار پر رحم فرما، اور ان کی اولاد پر رحم فرما اور ان کی اولاد کی اولاد پر۔''(امام احمد نے ابو سعید خدریؓ سے اس حدیث کو روایت کیا)۔

اس سے بڑھ کر کیا تعریف ہو سکتی ہے کہ انصار کی محبت مؤمن ہونے کی، اور ان سے نفرت نفاق کی نشانی گردانی جائے؟ اور اس سے بڑھ کر کیا مرتبہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو تمام لوگوں میں سب سے عزیز گردانا، انصار رسول اللہ ﷺ کے چنے ہوئے لوگ اور قرابت دار ہیں۔اور اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے کہ انصار کی اولاد اور آئندہ نسلوں کی بخشش فرمادی گئی؟ نہ صرف یہ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیروی کرنے والوں اور ساتھیوں کو

انصار ہی کا حصہ قرار دیا۔ اور اس سے بڑھ کر کون سا فضل ہو سکتا ہے کہ اللہ ذوالجلال کا عرش انصار کے سردار، سعد بن معاذ، کے انتقال پر ہل گیا۔ جو حقیقت سعد بن معاذ کو دوسرے صحابہ سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کا رسول اللہ ﷺ کو نُصرۃ دینا ہے۔ بخاری نے جابر سے روایت کیا، جو کہتے ہیں:«سَمِعْتُ النَّبِيَّ (صلى الله عليه وآله وسلم) يَقُولُ: اهْتَزَّ الْعَرْشُ لموت سَعْد بْنِ مُعَاذ» ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:''سعد بن معاذ کی موت پر (اللہ کا) عرش ہل گیا ہے''۔

یہ سب انصار کے امتیازی فضائل ہیں جن میں سوائے مہاجرین کے کوئی ان کا ہم پلہ نہیں۔ تو آج کے انصار کہاں ہیں؟ کہ ان کے لیے موقع ہے کہ وہ اولین انصار کی مثل بن جائیں۔ کیونکہ نصرۃ دینے کے موقع کا دروازہ صدیوں تک بند رہنے کے بعد اب پھر کھل گیا ہے۔ رحمتیں، برکتیں اور نوید ہو ان لوگوں کیلئے جو آج اسلامی ریاستِ خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے نصرۃ دیں گے۔ واللہ اعلم کہ ایک بار پھر جب یہ دروازے بند ہو جائیں گے تو شائد پھر کبھی نہ کھلیں !!!

یہ اہل قوت و نصرت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کا ادراک کریں کہ اسلامی ریاست آج سے پہلے صرف ایک بار قائم ہوئی تھی اور پھر 1924ء میں برطانیہ نے اپنے ایجنٹ مصطفیٰ کمال اتاترک کے ذریعے اسے ختم کر دیا، جس کے بعد سے امتِ مسلمہ اسلامی ریاست کے سائے کے بغیر زندگی گزار رہی ہے۔ اسلئے اس شخص کی عظمت جو اس ریاستِ خلافت کو دوبارہ قائم کرے، اسی کی طرح ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو حفاظت اور نصرۃ مہیا کی تھی۔

یہ مسلمانوں میں ہر اس شخص کی ذمہ داری ہے جو قوت کا حامل ہو کہ وہ ان شخصیات کی زندگیوں کا مطالعہ کرے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نصرۃ فراہم کی تھی۔

اُسید بن حضیر:

اُسید کے والد حضیر الکتائب قبیلہ اوس کے سردار، عربوں کے سینئر رہنما اور دورِ جاہلیت میں ایک پرجوش جنگجو تھے۔ اُسید نے مقام و مرتبہ، بہادری، اور دیگر خواص اپنے والد سے ورثے میں حاصل کیے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل اسید مدینہ کے ایک سردار اور عربوں میں شرفاء کا درجہ رکھتے تھے۔ انہیں نیزہ بازی میں کمال حاصل تھا۔ جب انھوں نے اسلام قبول کیا اور راہِ راست کی طرف ان کی راہنمائی ہوئی تو ان کا مقام و مرتبہ جانا پہچانا تھا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے انصار اور قبولِ اسلام میں سبقت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ انھوں نے اسلام کی قبولیت میں کسی قسم کی پس وپیش سے کام نہ لیا اور ان کا اسلام لانا پہلے دن سے حتمی وراسخ تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کی پہلی بیعت کے بعد مصعب بن عمیر کو مدینہ بھیجا تاکہ وہ انصار کے ان مسلمانوں کو اسلام سکھائیں، جنہوں نے عقبہ میں آپ ﷺ سے پہلی بیعت کی تھی، اور اُن میں اسلامی طرزِ فکر کی بنیاد ڈالی جائے، اور مدینہ کے دیگر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ تو واقعہ یوں ہوا کہ اُسید اور سعد بن معاذ، دونوں سردار اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں اس نئے دین اسلام کے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے جو کہ مکہ سے ان کے علاقے میں آیا ہوا تھا اور اُنہیں ایسے اُمور کی دعوت دے رہا تھا، جو اُن کے لیے اجنبی تھے۔ پس سعد نے اُسید سے کہا:-جاؤ اور اس شخص (مصعب) کے پاس جاؤ اور اس سے اس معاملے کے بارے میں پوچھو"۔ اُسید نے اپنا نیزہ

اٹھایااور مصعب کی جانب چل پڑے جو کہ اسعد ابن زرارہ کے مہمان کے طور پر تشریف فرما تھے۔ اسعد ابن زرارہ بھی مدینہ کے ایک سردار تھے اور اسلام قبول کر چکے تھے۔اُسید نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک گروہ مصعب کے کلام کو انتہائی توجہ سے سن رہا ہے، جو کہ انھیں اسلام کی جانب دعوت دے رہے تھے۔اسید نے ان لوگوں کو اپنی غصیلی گفتگو سے چونکا دیا۔

مصعب نے اسید سے کہا: تشریف رکھیں اور سنیں... اگر آپ کو یہ باتیں پسند آجائیں تو قبول کر لیجئے اور اگر پسند نہ آئیں تو رہنے دیں۔اسید کھلے دل و دماغ اور دانا سوچ کے مالک تھے اور اپنے لوگوں میں 'الکامل' کے نام سے مشہور تھے۔اور یہ خطاب 'الکامل''یعنی مکمل انہیں اپنے والد سے وراثت میں ملا تھا۔ جب اسید نے دیکھا کہ مصعب اس کی عقل و دانش کو خطاب کر رہے ہیں تو آپ نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑا اور بیٹھ گئے اور مصعب سے کہا'' ...یہ انصاف کی بات ہے، بتاؤ تمہارے پاس کیا ہے؟ ''

مصعب نے قرآن کا ایک حصہ اسید کے لیے تلاوت کیا اور اس نئے دین کی دعوت کی وضاحت کی، اور اس دینِ حق کی طرف بلایا، جس کو پھیلانے اور سربلند کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے مصعب کو حکم دیا تھا۔اس محفل میں موجود لوگوں نے بعد میں اس واقعے کو یوں روایت کیا:

اللہ کی قسم! ان کے بولنے سے پہلے ہی ہم ان کے چہرے پر اسلام کو پہچان رہے تھے... وہ چمک جو ان کے چہرے پر جھلک رہی تھی!

مصعب نے ابھی اپنی بات ختم بھی نہیں کی تھی کہ اسید بے ساختہ بول اٹھے: واہ کیا خوبصورت راستہ ہے یہ۔ جب کوئی یہ دین قبول کرتا ہے تو وہ کیا طریقہ کار اختیار کرتا ہے؟ مصعب

نے جواب دیا کہ وہ اپنے جسم اور لباس کی طہارت کے بعد حق کی شہادت دیتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھتا ہے...۔

اسید ایک مستقل مزاج اور استقامت پر مبنی شخصیت کے مالک تھے۔ ایک ایسی خالص شخصیت کہ جب وہ کسی امر کے قائل ہو جاتے تو پھر کوئی چیز ان کے عزم کو ہلا نہیں سکتی تھی۔ پس انہوں نے کسی توقف اور تاخیر کے بغیر دینِ اسلام کو قبول کر لیا۔ انھوں نے طہارت حاصل کرنے کے بعد اللہ کی عبادت کی، اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کیا اور اپنے دورِ جاہلیت اور بت پرستی کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا۔ اب انھیں سعد بن معاذ کے پاس جانا تھا اور ان کو اس مشن کے بارے میں رپورٹ کرنا تھا جس کیلئے سعد نے ان کو بھیجا تھا، یعنی مصعب بن عمیر کو ڈانٹنا اور ان کے علاقے سے نکالنا۔ جب وہ سعد کی طرف واپس گئے تو سعد نے اپنے گرد لوگوں سے کہا: واللہ! اسید جن تاثرات کے ساتھ آرہا ہے یہ اس سے مختلف ہے جس کے ساتھ وہ گیا تھا"۔

بے شک اسید جاتے وقت غصے، دشمنی اور تلخی کے جذبات کے ساتھ گئے تھے اور جب وہ واپس لوٹے تو اطمینان، رحمت اور آگہی سے لبریز تھے۔ اسید نے اپنی عقلمندی کا اچھا استعمال کرنے کا فیصلہ کیا، وہ جانتے تھے کہ سعد اخلاص، عزم، استقامت اور عادلانہ سوچ میں ان کے ہم مثل ہیں۔

وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر سعد وہ سب کچھ سن لے جو اس نے مصعب بن عمیر، نمائندہ رسول اللہ ﷺ، سے سن لیا ہے، تو سعد اور اسلام کے بیچ کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہ اس امر سے بھی واقف تھے کہ اگر انہوں نے سعد کے سامنے اپنے اسلام کا ذکر کر دیا تو یہ ایسے ٹکراؤ کا باعث ہو سکتا ہے کہ جس کے نتائج غیر یقینی ہوں گے۔ اسلئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ سعد کے

جوش کو مزید ہوا دیں گے تاکہ سعد بھی وہاں چلے جائیں جہاں وہ گئے تھے اور وہی کچھ دیکھیں اور سنیں جو انہوں نے دیکھا اور سنا تھا۔

اب سوال یہ تھا کہ یہ کیسے کیا جائے؟ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ مصعب ابن عمیر مدینہ میں اسعد ابن زرارہ کے مہمان تھے جو کہ سعد بن معاذ کی خالہ کے بیٹے تھے۔ پس اسید نے سعد سے کہا: ''میں نے سنا ہے کہ بنی حارثہ اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کی نیت سے آئے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ تمہارا خالہ زاد ہے...''۔ پس سعد غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے، اپنی تلوار اٹھائی اور تیزی کے ساتھ ادھر گئے جہاں مصعب، اسعد بن زرارہ اور دیگر مسلمانوں کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسعد بن زرارہ نے جب سعد کو آتے دیکھا تو مصعب سے کہا: آپ کے پاس ایسا سردار آرہا ہے کہ جس کی قوم اس کے پیچھے چلتی ہے، اگر اس نے آپ کی بات مان لی تو اس کی پوری قوم اس کی پیروی کرے گی۔

جب سعد بن معاذ قریب پہنچے تو انہوں نے وہاں کوئی ہلچل اور شور و غوغا نہ دیکھا اور لوگ وہاں انتہائی اطمینان اور سکون کے ساتھ مصعب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور لوگ انتہائی توجہ اور انہماک سے تلاوت کو سن رہے تھے۔ پس وہ جان گئے کہ یہ دراصل اسید بن حضیر کی چال تھی تاکہ وہ سفیرِ اسلام مصعب کی گفتگو سن سکیں۔ اسید کی اپنے دوست کے بارے میں فہم و فراست درست ثابت ہوئی اور سعد نے ابھی چند الفاظ ہی سنے تھے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کا سینہ اسلام کے نور کیلئے کھول دیا... سعد نے جلد ہی اولین مسلمانوں میں نمایاں مقام حاصل کر لیا۔

اسید کا دل استقامت اور اسلام کی روشنی سے منور تھا۔ ایمان کی طاقت نے ان میں صبر، فراست اور قوتِ فیصلہ کی خوبیاں نکھار دی تھیں۔ غزوہ بنی مصطلق کے دوران جب منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی طیش میں آگیا اور اپنے ارد گرد موجود مدینہ کے لوگوں سے کہا: تم لوگوں نے اپنا شہر اِن مسلمانوں کے حوالے کر دیا ہے اور تم لوگوں نے ان میں اپنی دولت بانٹ دی ہے... تمہارے ہاتھ میں جو کچھ ہے اگر تم انہیں یہ دینا بند کر دو تو یہ یہاں سے کہیں اور چلے جائیں گے ...بہر حال، اللہ کی قسم جب ہم مدینہ پہنچیں گے، تو عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ ایک صحابی زید بن ارقم نے جب زہر آلود اور منافقت پر مبنی یہ الفاظ سنے، تو انہوں نے اپنے فرض کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو اس سے آگاہ کر دیا۔ نبی ﷺ کو یہ سن کر انتہائی تکلیف پہنچی۔ جب اسید نبی ﷺ سے ملے تو نبی ﷺ نے پوچھا: **أوما بلغك ما قال صاحبكم..؟؟قال أسيد: وأي صاحب يا رسول الله..؟؟قال الرسول: عبدالله بن أبي!!قال أسيد: وماذا قال..؟؟قال الرسول: زعم أنه إن رجع إلى المدينة ليخرجن الأعز منها الأذل.قال أسيد: فأنت والله، يا رسول الله، تخرجه منها إن شاء الله.. هو والله الذليل، وأنت العزيز...ثم قال أسيد:"يا رسول الله ارفق به، فوالله لقد جاءنا الله بك، وان قومه لينظمون له الخرز ليتوجوه على المدينة ملكاً، فهو يرى أن الاسلام قد سلبه ملكاً"** ''کیا تم نے اپنے ساتھی کے الفاظ سنے ہیں؟ اسید نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کس ساتھی کی بات کر رہے ہیں؟ نبی ﷺ نے جواب دیا: عبداللہ بن ابی۔ اسیدؓ نے پوچھا: اس نے کیا کہا ہے؟ نبی ﷺ نے جواب دیا: وہ کہتا ہے کہ جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ اسید نے کہا: انشاءاللہ، یارسول اللہ ﷺ، یہ آپ ﷺ ہونگے جو اسے نکال باہر

کریں گے۔ بے شک آپ عزت والے ہیں اور اللہ کی قسم! وہ ذلت والا ہے۔ مزید کہا: یارسول اللہ ﷺ ! اسے چھوڑ دیں، جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہمارے پاس بھیجا تو اس وقت مدینہ کے لوگ اس کیلئے تاج تیار کر کے اسے بادشاہ بنانے والے تھے، پس وہ یہ سوچتا ہے کہ اسلام نے آکر اس کی بادشاہت چھین لی ہے"۔

معاملات کی اس طرح کی گہری، واضح اور متوازن سمجھ کے باعث اسید نازک معاملات کو خوش اسلوبی سے حل کر لیا کرتے تھے۔ وہ جب بھی کسی مسئلے کا سامنا کرتے تو تمام عوامل کو زیر غور لا کر معاملے کو سلجھاتے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے موقع پر سقیفہ بنی ساعدہ میں، جب سعد بن عبادہ کی قیادت میں انصار کے ایک گروہ نے یہ اعلان کر دیا کہ خلافت انصار کا حق ہے اور یہ امر طول پکڑ گیا اور کچھ گرما گرمی پیدا ہو گئی۔ تو اس نازک موقع پر اسید، جو کہ خود بھی ایک انصاری تھے، کے انتہائی زبردست اور غیر متزلزل موقف نے اس مسئلے کا حتمی طور پر خاتمہ کر دیا۔ وہ کھڑے ہوئے اور اپنے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ خود بھی مہاجرین میں سے تھے، اس لیے ان کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہئے۔ اور ہم نبی ﷺ کے انصار اور محافظ تھے۔ پس آج ہم ان کے خلیفہ کے بھی انصار اور محافظ ہونگے..."۔ اسید کے الفاظ نے گفتگو کی سمت متعین کر دی اور تنے ہوئے اعصاب کی شدت کم کر دی، اور گرم روئی کا خاتمہ ہو گیا۔

پوری زندگی اسید اللہ کے سچے اور تابعدار بندوں کی طرح جیے۔ ان کی زندگی قناعت، اطمینان اور صبر و شکر کی تصویر تھی۔ ان کی زندگی اور مال و اسباب نیک مقصد میں خرچ ہوئے اور

اس جدوجہد میں ان کی زندگی بیت گئی کہ وہ حوض کوثر پر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کریں گے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا؛ **اصبروا.. حتى تلقوني على الحوض...** ''پس صبر کرو! یہاں تک کہ تم حوض کوثر پر مجھ سے ملو۔''

اسید اپنے دوستوں سے محبت کرتے تھے اور امیر المؤمنین عمر اور دیگر صحابہؓ ان کی انتہائی تکریم کرتے تھے۔ وہ قرآن کے زبردست قاری تھے۔ صحابہ کرامؓ ان کی قرات سننے کے لیے انتہائی مشتاق رہتے تھے۔

یہ دل کو لبھانے والی، اللہ کے خوف سے بھرپور آواز ہی تھی کہ جس کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس آواز کو سننے کیلئے فرشتے آسمانوں سے اترتے ہیں۔ اُسید شعبان بیس ہجری کو خالقِ کائنات سے جاملے اور امیر المومنین عمر نے خود اپنے کندھوں پر ان کا جنازہ اٹھایا اور انہیں بقیع کے قبرستان میں دفن کیا۔ صحابہؓ نے ایک آخری بار اس عظیم مؤمن کا دیدار کیا اور مدینہ لوٹ گئے اور ان کے فضائل اور اسید کے بارے میں نبی ﷺ کے اس ارشاد کو یاد کرتے رہے، جب آپ ﷺ نے فرمایا: **نعم الرجل... أسيد بن حضير..** ''کیا ہی اعلیٰ شخص ہیں اسید ابن حضیر !!''

سعد بن معاذ:

سعد بن معاذ قبیلہ بنی عبد الاشہل کے سردار تھے۔

بدر کے موقع پر قریش کا سامنا کرنے سے قبل جب رسول اللہ ﷺ نے انصار و مہاجرین سے مشورہ کیا تو یہ سعد بن معاذ ہی تھے کہ جن کے ہاتھ میں انصار کا جھنڈا تھا اور انہوں نے

نبی ﷺ سے کہا تھا:«لقد آمنا بك وصدقناك... وشهدنا أن ما جئت به هو الحق، وأعطيناك على ذلك عهودنا ومواثيقنا على السمع والطاعة لك، فامض يا رسول الله لما أردت فنحن معك، فوالذي بعثك بالحق لو استعرضت بنا البحر فخضته لخضناه معك ما تخلف منا رجل واحد، وما نكره أن تلقى بنا عدونا غداً، إنا لَصبر في الحرب، صدقٌ عند اللقاء، لعل الله يريك منا ما تقر له عينك، فسر على بركة الله» ''یارسول اللہ ﷺ بے شک ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی اور جو کچھ آپ ﷺ لائے اس کے حق ہونے کی گواہی دی، اور اس پر ہم نے آپ ﷺ کو سمع واطاعت (سننے اور اطاعت کرنے) کی بیعت دی۔ پس آپ ﷺ فیصلہ کریں (جس جانب آپ کا دل کرے) اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں چھلانگ لگانے کا حکم دیں گے، تو ہم میں سے ایک بھی نہیں جھجکے گا۔ ہمیں کل دشمن کا سامنا کرنے سے ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں، ہم اپنی اس جنگ میں ڈٹ کر کھڑے ہونگے، اور اللہ (ہمارے ہاتھوں) آپ ﷺ کو وہ دکھائے جس سے آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ پس اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی برکت کی طرف قدم بڑھائیں۔''۔ ایک اور روایت میں ہے:«لعلك أن تكون قد خرجت لأمر وأحدث الله إليك غيره، فانظر الذي أحدث الله إليك فامضِ، فَصل حبال من شئت، واقطع حبال من شئت، وما أخذت منا كان أحبَّ إلينا مما تركت» ''یارسول اللہ ﷺ!) آپ جس جانب بڑھنا چاہیں بڑھیں، جس سے تعلق رکھنا چاہیں رکھیں اور جن سے کاٹنا چاہیں کاٹیں، ہمارے اموال میں سے جو آپ ﷺ کو پسند ہو وہ لیں اور جو آپ ﷺ کی مرضی ہو

وہ ہمیں دیں۔اور جو کچھ آپ ﷺ ہمارے مال میں سے لیں گے،اس مال کا لینا ہمیں زیادہ عزیز ہو گا اس سے جو آپ ﷺ ہمارے لئے چھوڑ دیں گے۔''

یہ سعد ہی تھے جن کے بارے میں لوگوں نے نبی ﷺ سے کہا:«**ما حملنا يا رسول الله ميتاً أخفَّ علينا منه**»''ہم نے اس سے پہلے اس سے ہلکی میت کبھی نہیں اٹھائی ''پس رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: «**ما يمنعه أن يخفَّ وقد هبط من الملائكة كذا وكذا لم يهبطوا قط قبل يومه قد حملوا معكم**»''یہ میت اس وجہ سے اتنی ہلکی ہے کہ کثرت کے ساتھ فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور انھوں نے تمہارے ساتھ اس میت کو اٹھا رکھا تھا۔یہ فرشتے اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوئے۔''(ابنِ سعد نے طبقات میں اسے روایت کیا ہے)

سعد کا یہ مرتبہ ہے کہ ان کے وصال پر جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع دی:«**من هذا العبد الصالح الذي مات؟ فتحت له أبواب السماء وتحرك له العرش**»''یہ کون صالح بندہ تھا جس کا وصال ہوا؟آسمانوں کے دروازے اس کیلئے کھول دیئے گئے اور اللہ کا عرش ہل گیا۔''(یہ امام حاکم کی روایت ہے اور امام ذہبی نے اسے درست قرار دیا ہے)۔ علاوہ ازیں امام احمد بن حنبل نے مستند راویوں سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:«**هذا العبد الصالح الذي تحرك له العرش وفتحت له أبواب السماء وشهده سبعون ألفاً من الملائكة لم ينزلوا إلى الأرض قبل ذلك، لقد ضَمَّ ضمَّة ثم أخرج عنه**»''اس صالح بندے(سعد بن معاذ)کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے،اور اللہ کا عرش ہل گیا،سعد کیلئے

70 ہزار فرشتے اترے، جو اس سے قبل زمین پر کبھی نازل نہیں ہوئے، (جنہوں نے) اس کی تدفین میں شرکت کی اور چلے گئے"۔

یہ تھا سعد بن معاذ کا مقام جن پر اللہ کی برکتیں نازل ہوئیں۔ اسماء بنت یزید سکنؓ سے روایت ہے: ...جب سعد کا انتقال ہوا، اور ان کی والدہ رونے لگیں، تو آپ ﷺ نے ان سے کہا: «**لیرقأ (لینقطع) دمعك، ویذهب حزنك، فإن ابنك أول من ضحك الله له واهتز له العرش**» "تمہارے آنسو تھم جائیں گے اور تمہارا غم ہلکا ہو جائے گا، اگر تم یہ جان لو کہ تمہارا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کیلئے اللہ مسکرایا اور ان کے لیے اللہ کا عرش ہل گیا۔" (طبرانی)

یہ ہے اس شخص کا مرتبہ جس نے اسلامی ریاست کے قیام کیلئے رسول اللہ ﷺ کو نصرۃ فراہم کی تھی۔ اللہ کی رحمتیں اور برکتیں آج اس کیلئے بھی اسی طرح نازل ہوں گی جو اس دین کو ایسے وقت نصرۃ فراہم کرے گا جب اس دین کو کفر نے ہر جانب سے گھیرا ہوا ہے اور دنیا بھر کی قومیں اس کے خلاف مجتمع ہو چکی ہیں۔

اس کے برعکس اگر ایک شخص قوت رکھنے کے باوجود اللہ کے اس دین کی مدد و نصرت کی اس ذمہ داری کو نظر انداز کرے گا تو اس کا فوجی عہدہ اور تمغے اسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے۔ ہر فوجی آفیسر کو یہ جان لینا چاہئے کہ سعد بن معاذ آخری شخص نہیں تھے اور ایسا نہیں کہ اب کوئی شخص نہیں اٹھے گا جو دین کو مدد و نصرت دے... بلکہ ہر مسلمان آفیسر کو اس بات کا ادارک کرنا چاہئے کہ وہ اسی پوزیشن میں ہے کہ وہ سعد ہی کی مانند مدد و نصرت دے سکتا ہے۔ نصرۃ کی پکار ہر مسلمان فوجی آفیسر کیلئے بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ یہ سعد کیلئے اس وقت تھی۔

نصرۃ کے حصول کی تیاری:

بے شک نصرۃ،اور امت کو اقتدار و اختیار ملنا اللہ کی جانب سے اپنے عبادت گزار مؤمنین کیلئے ایک رحمت کا آغاز اور صابرین کیلئے ایک عظیم انعام کی صورت ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:(وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الذين اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُم الْوَارِثِينَ، وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ) ''اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں ان لوگوں پر جو زمین میں کمزور (اور مظلوم) تھے کہ ان کو حاکم بنادیں اور انہی کو وارث بنادیں اور زمین میں ان کا اقتدار قائم کردیں اور ان سے فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھلادیں جس کا انھیں ڈر تھا''[سورۃ القصص:5-6]

یہ اللہ کی عائد کردہ امانت کا بار اٹھانے کا آغاز ہے، اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(وجعلْنَاهم أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعل الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ) ''اور ہم نے ان کو امام (لیڈر) بنادیا جو ہمارے احکامات کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔''(سورۃ الانبیا: 73)۔امام شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں؛ ''امام سے مراد ہے، خیر کی راہ پر چلنے والا اور اس کی طرف بلانے والا لیڈر، اور جو لوگوں کے امور پر والی (گورنر) ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو وحی کردہ احکامات کے نفاذ کا حکم دیا اور نبوت و رسالت کے اختتام کے بعد اب نبی ﷺ کے خلفاء اس بار کو اٹھائیں گے، جو نبوت کی میراث ہے۔ اللہ

سبحانہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:(وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ)''اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے صالح اعمال کئے کہ وہ انہیں زمین میں موجودہ حکمرانوں کی جگہ حکمرانی عطا کرے گا، جیسا کہ اللہ نے ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی، اللہ ان کیلئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر جمادے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کر لیا ہے۔ اور ان کے موجودہ خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور جو اس کے بعد کفر کریں تو ایسے لوگ ہی فاسق ہیں۔''[سورۃ النور:55]۔ اور فرمایا:(يَادَاوُدَ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ)''اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہٰذا آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کیجئے اور خواہش نفس کی پیروی مت کیجئے گا کہ وہ آپ کو راہِ حق سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقینا ان کیلئے سخت سزا ہے کیونکہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے ہیں۔''(سورۃ ص:26)۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:«كانتْ بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلما هَلك نبيٌّ خلفه نبي، ألا وإنّه لا نبيَّ بعدي، وستكون خلفاء... »''بنی اسرائیل کی

سیاست (حکومت) انبیا کیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی وفات پاجاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، بلکہ میرے بعد خلفاء ہونگے...“(مسلم)

پس نبی ﷺ کے بعد امت کے امور کی دیکھ بھال خلیفہ کی ذمہ داری ہے جو اسلامی ریاست کا حکمران ہوتا ہے اور اسے اسلام کو نافذ کرنے اور اسے پوری دنیا تک لے کر جانے کے لیے اقتدار سونپا جاتا ہے۔

تاہم ایسے اقتدار کے قیام کی کوشش میں اللہ کی مدد و نصرت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ شرائط عائد کی ہیں۔ ان شرائط کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمادیا ہے، اور وہ یہ ہیں:

اول: اللہ پر سچا اور مضبوط ایمان: اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا: (إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ ءَامَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ) ”یقیناً ہم ضرور اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی جب گواہ اٹھائے جائیں گے (یعنی قیامت کے دن)۔“[سورۃ الغافر: 51]۔ اور فرمایا: (وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ) ”اور ہم پر یہ حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں“[سورۃ الروم: 47]

دوم: وہ صالح اعمال جو سچے، مضبوط اور خالص ایمان سے جنم لیں: صالح اعمال عقل و قلب میں سچے اور خالص ایمان کے پیوست ہو جانے کی نشانی ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی دین کے نفاذ کے لیے اقتدار کے حصول کی شرط ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: (وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا

الصَّالحَات لَيَستَخلفَنَّهُمْ فِي الْأَرْض)''اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے صالح اعمال کئے کہ وہ انھیں زمین میں (موجودہ حکمرانوں کی جگہ) حکمرانی عطا کرے گا۔''[سورۃالنور:55]

سوم: آزمائشوں اور امتحان میں کامیابی: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:(أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ)''پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، وہ ہلا دیے گئے، حتیٰ کہ اس وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان پکار اٹھے: یا اللہ کب تیری مدد آئے گی؟ بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔''(البقرہ:214)۔ امام احمد نے مصعب بن سعید سے روایت کیا ہے ،جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: «قلت: يا رسول الله، أي الناس أشد بلاء؟ قال: الأنبياء، ثم الأمثل فالأمثل، فيبتلى الرجل على حسب دينه، فإن كان دينه صلباً اشتد بلاؤه، وإن كان في دينه رقة ابتلي على حسب دينه، فما يبرح البلاء بالعبد حتى يتركه يمشي على الأرض ما عليه خطيئة»''میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ ، کون سے لوگ سب سے زیادہ آزمائشوں میں ڈالے جاتے ہیں؟-آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء، پھر وہ جو اُن کے قریب ہو، پھر وہ جو اُن کے قریب ہو۔ ایک انسان کو اس کے دین کی مضبوطی کے لحاظ سے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، اگر اس کا دین مضبوط ہے تو اس کو شدید آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، اور اگر

دین کمزور ہو تو اس کے حساب سے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ اور یہ آزمائش جاری رہتی ہے تاآنکہ انسان زمین پر اس حالت میں چلتا ہے کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہوتا ہے"۔

حق کے راستے پر صبر اور استقامت ان آزمائشوں میں کامیابی کی نشانی ہے یعنی بندہ نہ دعوتِ حق سے متزلزل ہو، نہ لڑکھڑائے، نہ ڈانواں ڈول ہو، نہ تذبذب کا شکار ہو، نہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلے اور نہ ہی دنیاوی آسائشیں اسے اندھا بنائیں۔ اگر ایک مسلمان گروہ آزمائشوں اور تکالیف پر اپنے ایمان اور نیک اعمال کے باعث استقامت دکھائے تو اللہ سبحانہ تعالی دنیا میں اسے اقتدار سے نوازتے ہیں اور آخرت میں جنت عطا فرماتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: (**وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَى مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَإِ الْمُرْسَلِينَ**) "تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں، مگر اس تکذیب اور ان اذیتوں پر جو انہیں پہنچائی گئیں، انھوں نے صبر کیا یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آپہنچی، اور کوئی بھی نہیں جو اللہ کے کلام (فیصلوں) کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہوں، اور پچھلے رسولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کی خبریں تم تک پہنچ ہی چکی ہیں۔" (سورۃ الانعام: 34)

چہارم: نصرۃ اور اتھارٹی کے حصول کے لیے دعوت کا آغاز تربیتی مرحلے سے کرنا لازمی ہے۔ یہ مرحلہ نصرۃ کے ذریعے حکمرانی قائم کرنے سے قبل ہے۔ تربیتی ماحول کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں اور متحرک نوجوانوں کے ایک ایسے مجموعے کو تیار کیا جائے، جو اس دعوت کے حامل ہوں اور وہ اس دعوت کو اس طرح معاشرے میں لے کر جائیں کہ دعوت کے افکار معاشرے میں غالب آجائیں اور وہ ایک ممتاز مقام حاصل کر لیں۔ یوں اس دعوت کے حق میں معاشرے میں رائے عامہ قائم

ہو جائے، جس میں سرِ فہرست یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے قیام کے ذریعے زندگی کے ہر پہلو میں اسلام کے ہمہ گیر اور انقلابی نفاذ کیلئے معاشرہ تیار ہو جائے۔ یہ انتہائی اہم ہے کہ معاشرے کی رائے عامہ کا ماخذ فہم اور ادراک ہو یعنی معاشرے میں رائے عامہ دعوتی افکار کی عمومی آگاہی کی بنیاد پر ہو نہ کہ صرف جذبات کی بنیاد پر، کیونکہ جذبات جس طرح تیزی کے ساتھ اوپر چڑھتے ہیں اسی طرح تیزی کے ساتھ نیچے اترتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اتھارٹی کے حصول کے لیے مدینہ کے سرداروں سے نصرۃ طلب کرنے سے قبل مدینہ میں اس عمل کی تکمیل کی اور اس مقصد کیلئے آپ ﷺ نے مصعب بن عمیر کو مدینہ روانہ کیا جنہوں نے مدینہ میں ماحول سازگار بنانے، رائے عامہ تیار کرنے اور لوگوں کو اس دعوت کی خاطر کھڑے ہونے کے لیے تیار کرنے کا کام سرانجام دیا۔

بے شک حاملینِ دعوت کا مشاہدہ کرنے والا اس بات کو دیکھ سکتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ کی جانب سے نصرۃ ملنے کے لوازمات موجود ہیں۔ حاملینِ دعوت کا اس بات پر پختہ ایمان ہے کہ اللہ ہی ان کا رب ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ کفر پر مبنی نظام کے بیچوں بیچ ایمان پر قائم رہے، اور انہوں نے ہر ظلم، جبر، سزا، تکلیف اور شر کہ جس کا الفاظ میں بیان ممکن نہیں، پر استقامت دکھائی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ راستہ بدلا، نہ اپنے عزم میں کمزور ہوئے، اور نہ ہی انہوں نے کسی اور جانب منہ موڑا۔ وہ پچھلے انبیاء کے انصار کی طرح مستقیم رہے، عیسیٰ علیہ السلام کے انصار کی مانند جنہیں آروں سے چیرا گیا، موسیٰ کے اصحاب کی مانند، کہ فرعون جن کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور عورتوں کو چھوڑ دیتا یا اصحاب الاخدود کی طرح جو جلتے ہوئے شعلوں میں ڈال دیئے گئے، یا نبی ﷺ کے صحابہ بلال، خباب، عمار، یاسر اور دیگر صحابہ کی مانند، پس ان پر بھی مشکلات اور آزمائشیں آئیں، انہیں جیلوں میں ڈالا گیا، ان کو ان کے دین سے ورغلانے کی سر توڑ کوشش کی گئی، انہیں پھانسیوں پر

چڑھایا گیا، کھولتے ہوئے پانی میں ڈال کر مارا گیا، تشدد کا نشانہ بنایا گیا، ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا، عہدوں کا لالچ دیا گیا، مگر انہوں نے دین کی دعوت کو نہ تو چھوڑا اور نہ ہی ان کے پایۂ ثبات میں لغزش آئی۔

بے شک اس امت کے بے شمار مسلمانوں میں سچا ایمان موجود ہے اور ان کے دل تقویٰ سے لبریز ہیں اور ان کے صالح اعمال ان کے ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ امت میں موجود خیر ہی ہے کہ استعماری کافر ممالک اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود مسلمانوں کو سرنگوں نہیں کر سکے اور انہیں افغانستان، عراق، فلسطین ہر جگہ پر شدید مزاحمت کا سامنا ہے۔ یہ امت میں موجود خیر ہی ہے کہ اسلام کو بدنما بنا کر پیش کرنے کی تمام تر کوششوں اور ایجنٹ حکمرانوں کی طرف سے کھڑی کی گئی تمام تر رکاوٹوں کے باوجود امت اسلام کی طرف لپک رہی ہے اور امت میں اسلام کو نافذ کرنے اور اسے پوری دنیا تک پھیلانے کی خواہش روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

بے شک ریاستِ خلافت کے ذریعے اسلام کو نافذ کرنے کی دعوت کثرت سے پھیل رہی ہے، لوگوں کے دلوں میں گھر بنا رہی ہے، کفریہ افکار کو مسمار کر رہی ہے، امت کو اسلام کے خالص افکار کی کٹھالی میں پگھلا رہی ہے، اور امت کو اسلام کی حکمرانی کے سورج کے استقبال کے لیے تیار کر رہی ہے۔ اس دعوت کی جڑیں امت میں مضبوطی سے پیوست ہو چکی ہیں۔ اور انشاء اللہ رب العالمین کی رحمت اب زیادہ دور نہیں۔ وہ وقت اب زیادہ دور نہیں کہ جب اللہ کے اذن سے نصرۃ ظاہر ہو گی جیسا کہ مدینہ میں اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین کیلئے اس کا ظہور ہوا تھا۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ جلد نبوت کے نقشِ قدم پر دوبارہ خلافتِ راشدہ عطا کرے۔ جو اس زمین کے باسیوں کے لیے اطمینان کا پیغام ہو گی، اور زمین وآسمان کے خالق کی رضا کے حصول کا سبب ہو گی۔ اور اس کے قیام پر مومنین خوشیاں منائیں گے۔

(لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ، بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ، وَعْدَ اللَّهِ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ، يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ)

''اللہ ہی کا اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور وہ دن وہ ہو گا جب مؤمنین اللہ کی مدد پر خوشیاں منائیں گے۔ اللہ نصرت عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے، اور وہ زبردست اور رحیم ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔'' (سورۃ الروم 30:4-7)

نصرۃ: باریک بینی سے منصوبہ بندی اور جرأت سے تکمیل:

نصرۃ ربِ کائنات کا حکم ہے اور نصرۃ دینا مسلمانوں میں موجود اہلِ قوت پر فرض ہے اور اسے پورا نہ کرنے پر وہ گناہ گار ہوں گے اور بیشک یہ ایک عظیم گناہ ہے۔ اہلِ قوت کی دو ذمہ داریاں ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ موجودہ حکمرانوں سے طاقت اور اتھارٹی چھین لیں، جو لوگوں پر ''بما انزل اللہ'' (اللہ کے نازل کردہ تمام احکامات) سے حکومت نہیں کر رہے ہیں، خواہ انھیں یہ

اتھارٹی بزور قوت چھیننا پڑے۔ اور دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس طاقت اور اقتدار کو ان کے حوالے کریں جو ''بما انزل اللہ'' کے مطابق اتھارٹی قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

یہ کام انتہائی تفصیل، باریک بینی اور احتیاط کے ساتھ منصوبہ بندی اور بے مثال جرأت، بہادری اور جدت کا تقاضا کرتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس میں نصرۃ دینے والے اہلِ قوت اور امت میں کام کرنے والی حزب کے مابین انتہائی اعلیٰ درجے کا تعاون اور ہم آہنگی درکار ہے۔ اس امر کیلئے یہ لازم ہے کہ امت میں کام کرنے والی حزب نے اسلامی ریاست کے قیام کیلئے وہ تمام تیاریاں مکمل کر لی ہوں جو آج اسلامی ریاست کے دوبارہ قیام کیلئے درکار ہیں۔ مثال کے طور پر پختہ ایمان رکھنے والے صالح افراد پر مبنی اسلامی آئیڈیالوجی کی حامل مربوط جماعت کی تیاری، اسلامی ریاست کیلئے رائے عامہ کی موجودگی نیز عالمی صورتِ حال کی آگاہی رکھنے والے سیاسی بصیرت کے حامل سیاستدانوں (statesmen) کی موجودگی جو اسلامی افکار و نظریات کی سمجھ میں گہرائی رکھتے ہوں۔

یہاں پر ہمیں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کے واقعہ کو یاد کرنا چاہئے کہ کس طرح نبی ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کے لیے ہجرت کی محتاط منصوبہ بندی فرمائی تھی۔

نبی ﷺ نے ایک منصوبہ اختیار کیا جسے عملی جامہ پہنچانے کے لیے آپ ﷺ نے مختلف وسائل اور ذرائع کو انتہائی دانشمندی سے استعمال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام عوامل پر انتہائی گہرائی سے غور کیا اور اپنے منصوبے اور اس کی تکمیل میں کسی کوتاہی یا کمزوری کی گنجائش نہ

رکھی۔ اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کامل ایمان کے ساتھ، کسی شک وشبہ کے بغیر، صرف اللہ پر توکل کیا، کہ صرف اللہ کی ذات ہی بھروسے کے لائق ہے اور اس نے اپنے نبی سے نصرۃ کا وعدہ کر رکھا ہے۔

سیرت کی کتابوں میں مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اللہ سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے وحی لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے اور قریش کی جانب سے آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ اب آپ ﷺ مکہ سے ہجرت کر جائیں اور کہا :«**لا تبت هذه الليلة على فراشك الذي كنت تبيت عليه**»''اپنے اس بستر پر آج نہ سوئیں جس پر آپ روز آرام کرتے ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ ابو بکر کے گھر تشریف لے گئے اور آپ مسلح تھے۔ آپ ﷺ آرام کے وقت ابو بکر کے گھر گئے جس وقت کوئی دوسرے کے گھر نہیں جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق کو ہجرت کے حکم سے آگاہ کیا اور ان کے درمیان ہجرت کے نہج اور طریقہ کار پر اتفاق ہوا۔ پس آپ ﷺ گھر واپس آئے اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ دوسری جانب قریش کے مجرم سرداروں نے یہ منصوبہ بندی کر رکھی تھی کہ اس رات وہ (نعوذ باللہ) محمد ﷺ کو قتل کر دیں اور یوں ان کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے۔ پس انہوں نے اپنے گیارہ سرداروں کا انتخاب کیا اور رات کے پہلے پہر وہ نبی ﷺ کے دروازے پر جمع ہو گئے اور انتظار کرنے لگے کہ نبی ﷺ سو جائیں تاکہ وہ آپ ﷺ پر حملہ کر سکیں۔

جبکہ نبی ﷺ نے اپنے منصوبے کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ نے علی کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کے بستر پر سونے کیلئے لیٹ جائیں اور اپنے اوپر سبز چادر اوڑھ لیں جو کہ نبی ﷺ اوڑھا کرتے تھے اور علی سے فرمایا کہ انہیں کفار کے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے اِن آیات کی تلاوت کرتے ہوئے باہر نکلے: (وجعلْنا من بَيْن أَيْديهم سدًّا ومن خَلْفهمْ سَدًّا فَأَغْشَيْناهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصرُونَ) ''ہم نے ایک دیوار اَن کے آگے کھڑی کر دی اَور ایک دیوار ان کے پیچھے۔ اور ہم نے انھیں ڈھانک دیا، پس انہیں اب کچھ نہیں سوجھتا۔''[سورۃ یٰسٓ:9]

رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر ریت ہاتھوں میں لی اور ان لوگوں کے سروں کی جانب پھینک دی جنہوں نے آپ ﷺ کے گھر کا گھیراؤ کیا ہوا تھا اور اس کے باوجود وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔ آپ ﷺ پہلے ابو بکر صدیقؓ کے گھر گئے اور منصوبے کے مطابق ابو بکرؓ کے گھر کے دروازے کی بجائے دیوار میں موجود ایک سوراخ (راستے) سے باہر نکلے تاکہ کوئی انھیں دیکھ یا پہچان نہ سکیں۔ نبی ﷺ کا منصوبہ یہ تھا کہ چونکہ قریش کے جاسوس مدینہ کی جانب شمال میں رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلیں گے اسلئے آپ ﷺ مکہ کے جنوب میں یمن کی جانب نکل گئے۔

دوسری طرف جب کفار کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی چارپائی پر آرام کرنے والے نبی ﷺ نہیں بلکہ علی ہیں تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ انھوں نے علی سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب میں کہا کہ انھیں معلوم نہیں۔ قریش غصے سے پاگل ہو گئے، انھوں نے علی کو خوب مارا اور انہیں گھسیٹتے ہوئے خانہ کعبہ لے آئے اور باندھ دیا تاکہ

وہ انھیں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں خبر دے سکیں، تاہم انھیں مایوسی ہوئی۔ اس کے بعد وہ ابو بکر کے گھر گئے اور ان کے بارے میں پوچھا۔ ان کی بیٹی اسماءؓ نے جواب دیا کہ انھیں معلوم نہیں۔ اس پر ابو جہل (اس پر اللہ کی لعنت ہو) نے ان کے منہ پر زور سے تھپڑ کھینچ مارا۔

رسول اللہ ﷺ قریباً پانچ میل کا سفر کرنے کے بعد غارِ ثور پہنچے جو کہ بلند پتھریلی پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے۔ آپ نے غارِ ثور میں تین راتیں گزاریں۔ اس دوران عبداللہ بن ابو بکر رات کے وقت ان کے پاس آتے اور صبح سویرے مکہ چلے جاتے اور دن کے وقفے میں قریش کے ساتھ رہتے تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ عبداللہ بن ابو بکر مکہ میں ہی ہیں۔ عبداللہ بن ابو بکر رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر کو مکہ کی تمام صورتحال سے آگاہ کرتے۔ عامر بن فہیرہ، جو کہ ابو بکر صدیق کے غلام تھے، رات کی تاریکی میں انہیں دودھ پہنچاتے۔ اور طلوع سحر کے وقت جب عبداللہ بن ابو بکر مکہ واپس جاتے تو عامر اپنی بھیڑوں کے ریوڑ کو ان کے راستے پر چلاتے تاکہ عبداللہ بن ابو بکر کے پیروں کے نشانات باقی نہ رہیں۔

اپنے خبیث ارادے میں ناکامی کے بعد قریش نے ایک ایمرجنسی میٹنگ طلب کی اور فیصلہ کیا کہ تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لا کر رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق کو گرفتار کیا جائے (نعوذ باللہ)۔ پس انھوں نے مکہ سے باہر جانے والے تمام راستوں کی سخت نگرانی کرتے ہوئے اس پر جاسوس مقرر کر دیئے، اور (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر کی زندہ یا مردہ گرفتاری پر 100، 100 اونٹ انعام میں رکھ دیئے۔ نتیجتاً بہت سے لوگ سواریوں پر اور پیدل نکل کھڑے ہوئے۔ راستوں اور گزرگاہوں کے ماہرین بھی تلاش میں لگ گئے۔ وہ پہاڑیوں، ٹیلوں اور وادی

میں پھیل گئے۔ یہاں تک کہ وہ اس غار کے دہانے تک بھی پہنچ گئے، جہاں رسول اللہ ﷺ ابو بکر کے ساتھ چھپے ہوئے تھے۔ اور وہ اتنا قریب پہنچ گئے کہ ابو بکر صدیق رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگے کہ اگر یہ لوگ اپنی پیروں کی جانب نگاہ ڈالیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ لیکن اللہ اپنے امور پر پوری طرح غالب ہے اور وہ جسے چاہتا ہے محفوظ رکھتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے ان کی ڈھارس بندھائی اور کہا؛ ''تم ان دو کے بارے میں کیا کہتے ہو جن کا تیسرا ساتھی خود اللہ کی ذات ہے'' اس واقعے کے متعلق اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (**إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ**) ''اگر تم نبی کی مدد نہیں کروگے (تو کوئی پرواہ نہیں) پس جان لو کہ اللہ اس کی مدد کر چکا ہے جب کفار نے ان کو نکال باہر کیا، جب وہ صرف دو میں دوسرا تھا، وہ (محمدؐ اور ابو بکر صدیقؓ) غار میں تھے۔ تو اس (محمدؐ) نے اپنے ساتھی (ابو بکرؓ) سے کہا؛ ''غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' اس وقت اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کی مدد ایسی قوت (فرشتوں) سے کی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے، اللہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔'' [التوبہ: 40]۔ پس مزاحمت کرنے والے ناکام لوٹ گئے اگرچہ ایک موقع پر وہ نبی ﷺ سے صرف چند قدم کے فاصلے پر تھے۔

تلاش بالآخر کمزور پڑ گئی، اور گشتی پارٹیوں نے تلاش ترک کر دی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ اپنے ساتھی کے ساتھ مدینہ کی جانب ہجرت کی جائے۔ انھوں نے پہلے ہی

عبداللہ بن اریقط کی بطور گائیڈ خدمات حاصل کر لی تھیں، جو اگرچہ اپنے لوگوں کے دین پر تھا مگر وہ ایک قابل اعتماد اور ماہر گائیڈ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ یہ طے ہو چکا تھا کہ وہ تین دن کے بعد غار کے پاس گھوڑوں کے ساتھ پہنچے گا۔ اپنے وعدے کے مطابق وہ پہلی ربیع الاول کی رات کو پہنچ گیا، اسماءؓ خوراک کا سامان اپنے ساتھ لے آئیں، اور نبی ﷺ ابو بکر اور عامر بن فہیرہ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

عبداللہ بن اریقط پہلے انھیں جنوب میں یمن کی جانب لے گیا اور پھر وہ مغرب میں ساحل کی جانب مڑا اور ایک ایسے راستے پر پہنچ گیا جس سے کوئی واقف نہ تھا۔ اس کے بعد وہ شمال کی جانب بحر احمر کے ساحل کی جانب مڑا اور ایک ایسے راستے پر چلا جس سے بہت کم لوگ واقف تھے۔ 8 ربیع الاول کو، جو کہ بعد میں پہلے ہجری سال کا ربیع الاول کہلایا، نبی ﷺ قبا کے مقام پر پہنچے۔ مدینہ کے مسلمان، جو پہلے ہی نبی ﷺ کی مکہ سے روانگی کا سن چکے تھے، روزانہ 'حرہ' کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کا استقبال کرنے کیلئے آتے، اور تب تک آپ ﷺ کا انتظار کرتے جب تک گرمی کی شدت بہت زیادہ بڑھ نہ جاتی اور اس لمبے انتظار کے بعد وہ گھروں کو واپس لوٹتے۔ ایک یہودی، جو اپنے گھر کی چھت پر سے کچھ دیکھ رہا تھا، نے آپ ﷺ کا دمکتا ہوا چہرہ اور ابو بکر صدیق کو دور سے آتے دیکھ لیا، پس وہ چیخ کر بولا: ''اے عربو! وہ آگیا جس کا تم سب کو انتظار ہے۔'' مسلمان اپنے ہتھیاروں کی جانب دوڑ پڑے اور خوشی اور فرحت سے بے تابی کے ساتھ تکبیر کی گونج میں اپنے گھروں سے نکل پڑے تاکہ رسول اللہ ﷺ کا استقبال کر سکیں۔ یہ مدینہ کی تاریخ میں ایک بے نظیر دن تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ قبا میں چار دن رہے اور پانچویں روز اپنے اونٹ پر سوار ہوئے، ابو بکر صدیق آپ ﷺ کے پیچھے تھے۔ نبی ﷺ نے بنی نجار کو اپنی آمد سے آگاہ کیا جو کہ

آپ ﷺ کے ماموؤں اور خالوؤں کا خاندان تھا اور آپ ﷺ کے استقبال کیلئے آیا ہوا تھا اور اپنی تلواروں سے لیس تھا۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ کی ہر گلی اور گھر سے اللہ سبحانہ وتعالی کی بڑائی پر مبنی صداؤں کی گونج سنائی دے رہی تھی...۔

یوں اسلام پر مبنی ریاست وجود میں آگئی، وہ ریاست جو کلمہ طیبہ لا الہ الااللہ محمد الرسول اللہ کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی۔

ہجرت کے واقعہ کے دو پہلو یاد رکھنے کے قابل ہیں:

1) باریک بینی سے منصوبہ بندی:

رسول اللہ ﷺ نے بذاتِ خود ہجرت کا منصوبہ تیار کیا اور اس کے ہر نقطہ کی تمام تفصیلات پر بھرپور توجہ کی، اور کسی پہلو کو غور و فکر کے بغیر نہیں چھوڑا۔ تیاری کا یہ عمل اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ پورے کا پورا عمل "رائے، جنگ اور حکمتِ عملی (opinion, war and strategy)" سے تعلق رکھتا تھا۔ اللہ سبحانہ و تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا تھا اور نبی ﷺ نے تمام وسائل اور ذرائع کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس کیلئے عرق ریزی سے تفصیلی منصوبہ بندی کی تاکہ اس ہجرت کو کامیاب بنایا جاسکے۔ پس آج نصرۃ دینے والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ باریک بینی اور احتیاط کے ساتھ، تمام دستیاب وسائل اور ذرائع کو بروئے کار لانے میں تخلیقی ذہن استعمال کرتے ہوئے ایک جامع اور تفصیلی پلان وضع کریں، جسے جرأت اور بے باکی کے ساتھ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ مختصراً، یاد دہانی کی غرض سے، ہجرت کے منصوبے کا خلاصہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

- رسول اللہ ﷺ نے اپنی چارپائی پر علی کو سلایا۔
- نبی ﷺ اپنے گھر سے ابو بکر کے گھر کی طرف رات کے اندھیرے میں نکلے تاکہ کسی کو خبر نہ ہو۔
- دونوں ابو بکر کے گھر سے دروازے کی بجائے دیوار کے سوراخ سے باہر نکلے تاکہ کوئی انہیں پہچان کر پکڑ نہ سکے اور نہ ہی پیچھا کر سکے۔
- وہ شمال میں مدینہ کی طرف جانے کی بجائے مدینہ کی مخالف سمت یعنی جنوب میں نکلے۔
- انہوں نے غارِ ثور میں تین دن تک پناہ لی تاکہ قریش کی تلاش کچھ تھم جائے۔
- عبد اللہ بن ابو بکر کو کہا گیا کہ وہ روز رات کے وقت آئیں اور انھیں بتائیں کہ مکہ کے لوگ ان کے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں اور منصوبے بنا رہے ہیں۔
- راستے کے دوران خوراک کی فراہمی کو یقینی بنانے کیلئے اسماء بنت ابو بکرؓ کی ذمہ داری لگائی گئی۔
- اس بات کو یقینی بنایا گیا کہ پیروں کے نشان مٹ جائیں اور اس غرض سے عامر بن فہیرہ، جو کہ ابو بکر کے غلام تھے، کی ڈیوٹی لگائی گئی۔
- ایک پیشہ ور اور راستوں سے مکمل واقف گائیڈ، ابن اریقط کو اجرت پر رکھا گیا۔

2) اللہ کی مدد:

ہجرت کے دوران اللہ کی مدد کا ذکر سیرت کی کتابوں میں درج ہے۔ اس کا تذکرہ قرآن اور مستند احادیث میں بھی موجود ہے۔ یہ کیسی مدد تھی؟ اس کی کیا تشریح ہے؟ اور موجودہ وقت میں نصرۃ کیلئے ہم اس سے کیسے بہرہ مند ہو سکتے ہیں؟ اس کی دو مثالیں بتادینا ہی کافی ہے:

1) رسول اللہ ﷺ کی کھوج لگانے کے لیے قریش کی کوششوں سے متعلق امام احمد نے روایت کیا ہے کہ جب وہ (محمدؐ اور ابو بکرؓ) مکہ سے روانہ ہو کر غارِ ثور کی پہاڑی کے پاس پہنچے تو ابو بکر صدیق نے نبی ﷺ سے کہا؛ ''یارسول اللہ ﷺ ! وہ ہمیں ڈھونڈ لیں گے۔'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ''نہیں ! فرشتوں نے اپنے پروں سے ہمیں چھپا رکھا ہے۔'' اسی طرح ابنِ ہشام نے روایت کیا کہ ایک شخص نے غار کی جانب منہ کر کے پیشاب کیا۔ تو نبی ﷺ نے کہا؛ ''اگر اس نے ہمیں دیکھا ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا۔'' بخاری کی روایت کے مطابق ابو بکر صدیق نے بیان کیا: ''پس میں نے نبی ﷺ سے کہا اگر ان میں کچھ محض اپنا سر بھی نیچے کر لیں، تو ہمیں دیکھ لیں گے۔'' تو نبی ﷺ نے کہا؛ ''خاموش اے ابو بکرؓ! ہم دو ہیں اور ہمارے ساتھ تیسری اللہ کی ذات ہے۔ ''

2) نبی ﷺ اور ابو بکر صدیق کی ہر احتیاط کے باوجود سراقہ بن مالک انعام کے لالچ میں آپ کے آمنے سامنے پہنچ گیا۔ سراقہ بن مالک کے جنگی گھوڑے کی اگلی دونوں ٹانگیں گھٹنوں تک ریت میں دھنس گئی جس سے وہ جان گیا کہ نبی ﷺ ہر طرح کے نقصان سے مامون ہیں۔ بلکہ اس نے خود کہا کہ نبی ﷺ کا معاملہ غالب ہو کر رہے گا۔ پس اس نے امن کی بات کی جس پر آپ ﷺ رک گئے۔ وہ چار لوگ تھے: رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عامر بن فہیرہ، اور ابنِ اریقط۔ نبی ﷺ نے اسے اس سفر کو راز رکھنے کا کہا اور سراقہ کی درخواست پر اسے امان کا خط دے دیا۔ جب سراقہ واپس

گیا تو اس نے دیکھا کہ لوگ آپ ﷺ کو ڈھونڈ رہے ہیں، سراقہ نے لوگوں سے کہا کہ وہ انھیں ادھر ڈھونڈ چکا ہے (جہاں پر رسول اللہ ﷺ موجود تھے)۔ اس طرح سراقہ نے انھیں دوسری جانب تلاش پر لگا دیا، وہی سراقہ جو صبح کے وقت نبی ﷺ کو روکنے کیلئے نکلا تھا، اسی شام کو نبی ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری سرانجام دے رہا تھا۔

پس بہترین انسانی کوشش، جو اللہ کے نبی ﷺ نے منصوبہ سازی اور اس کی تکمیل میں سرانجام دی، کے باوجود کفار کے وہ ہرکارے جو رسول اللہ ﷺ کو روکنے کیلئے نکلے تھے، ادھر آن پہنچے جہاں آپ ﷺ نے پناہ لے رکھی تھی۔ جہاں یہ واقعہ کفار کے ان پکے ارادوں اور ان کی کوششوں کی شدت کا اظہار کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر کے (نعوذ باللہ) اس دعوت کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتے تھے، وہاں یہ واقعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد کو بھی بیان کرتا ہے۔

یہ ہے وہ امر جس کا دعوت دینے والوں اور اہلِ نصرۃ کو ادراک ہونا چاہئے کہ کوئی بھی اس شخص پر غالب نہیں آسکتا جس کا مددگار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہو۔ یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے مدد تھی جس نے نبی ﷺ اور ابو بکر صدیق کو ہر ضرر اور نقصان سے مامون رکھا اور ان کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو دور کیا تاکہ اسلامی ریاست کا قیام ممکن ہو سکے۔ اللہ کی مدد کا وعدہ آج کے لیے بھی ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ ءَامَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ) ''یقیناً ہم ضرور اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور جزا کے دن بھی جب گواہ اٹھائے جائیں گے'' (سورۃ الغافر: 51)۔ اور فرمایا: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ''اے اہل ایمان! اگر

تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کریگا"(محمد:7)۔اور فرمایا:(وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ)"اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم ہے"[سورۃ الروم:47]۔اور فرمایا:(وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ)"اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے صالح اعمال کئے کہ وہ انہیں زمین میں (موجودہ حکمرانوں کی جگہ) حکمرانی عطا کرے گا، جیسا کہ اللہ نے ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی"(سورۃ النور:53)

پاکستان کے اہلِ قوت (اہلِ نصرۃ) کو پرزور پکار:

ہماری یہ پکار اپنے کندھوں پر چاند ستارے سجانے والوں افسروں اور کمانڈروں، کپتانوں اور فوجیوں کی طرف ہے۔ کہ اے قوت وطاقت رکھنے والو! کیا آپ نہیں دیکھتے کہ پاکستان کے ظالم حکمران کہ جن کا اقتدار آپ کی طاقت اور اسلحے کا مرہونِ منت ہے، مسلمانوں کی بجائے کافر امریکیوں کو ڈھال فراہم کرنے کے لیے دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔

یہ حکمران امریکہ کی ملی بھگت سے انتشار اور کنفیوژن کی آگ کو بھڑکائے ہوئے ہیں تاکہ مسلمانوں کو مسلمانوں ہی کے خلاف لڑنے پر آمادہ کیا جائے تاکہ افغانستان میں امریکہ کے فوجی، جو ہر طرح کے اسلحے سے لیس ہونے کے باوجود اپنے خوف اور بزدلی کی وجہ سے مفلوج ہو چکے ہیں، اطمینان کا سانس لے سکیں۔

اور یہ ظالم حکمران ہی ہیں کہ جنہوں نے کافر امریکیوں کو اس بات کا موقع فراہم کیا کہ وہ پاکستان کے اندر پے در پے ڈرون حملے کریں، اور ان ڈرون حملوں کا نشانہ بوڑھے ، جوان، عورتیں، بچے، سبھی بن رہے ہیں اور لوگوں کی چھتیں انہی کے سروں پر گرائی جارہی ہیں۔ پھر اس کے بعد یہ حکمران آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ قبائلی علاقے کے مسلمانوں کو کچلیں تاکہ امریکہ ڈرون حملے کرنا بند کر دے، گویا کہ یہ حکمران تو ڈرون حملے روکنا چاہتے ہیں مگر وہ لاچار اور بے بس ہیں کہ ان کے پاس ان حملوں کو روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

اور یہ ظالم حکمران ہی ہیں کہ جنہوں نے کفار کی پرائیویٹ فوجی تنظیموں اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کو پاکستان میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے تاکہ وہ پورے پاکستان میں ٹارگٹ کلنگ اور بم دھماکوں کی مہم چلائیں، جس کے ذریعے مسلح افواج ، سیکیورٹی اداروں اور عام شہریوں کو بے دریغ نشانہ بنایا جارہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ حکمران قاتل امریکیوں کو مقامی سیکیورٹی فورسز کی دسترس سے بچاتے ہیں، پس جب بھی یہ کرائے کے قاتل پکڑے جاتے ہیں تو یہ حکمران انہیں چھڑا لیتے ہیں، تاکہ یہ امریکی، چند طالبان عناصر کی صفوں میں اپنے لوگوں کی موجودگی کے ذریعے اپنا کام بلا تعطل سرانجام دے سکیں۔ یہ سب اس وجہ سے کیا جاتا ہے تاکہ امریکی عہدیدار اور یہ ایجنٹ حکمران لاشوں کے ڈھیر اور بہتے ہوئے لہو کی طرف اشارہ کر کے آپ سے کہہ سکیں: ''کیا آپ یہ سب نہیں دیکھ رہے، کیا اب بھی یہ آپ کی جنگ نہیں؟''

اور یہ ظالم حکمران ہی ہیں جو قبائلی علاقوں میں ہندو اثر ورسوخ کی طرف اشارہ کرتے ہیں ، جبکہ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ یہ امریکہ ہی ہے جس نے افغانستان کے دروازوں کو بھارت

کے لیے کھولا ہے اور ہندوؤں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ قبائلی علاقوں میں اپنی جڑیں بنائیں اور انتشار کی فضاء قائم کرنے میں امریکہ کے ساتھ ساتھ اپنا کردار ادا کریں۔ اور یہ ظالم حکمران ہی ہیں جنہوں نے اس وقت بھی امریکہ کا دامن تھام رکھا ہے جبکہ وہ آپ سے اس بات کا مطالبہ کر رہا ہے کہ آپ بھارت کے ساتھ حالات کو معمول پر لائیں اور کشمیر میں بھارت کے ظلم و جبر سے توجہ ہٹا لیں اور اپنی پوری توجہ امریکہ کو بچانے پر مرکوز کریں جو افغانستان کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔

اے اہلِ قوت! محترم بھائیو!

ان حکمرانوں کو نہ تو آپ کی کوئی پرواہ ہے اور نہ ہی ان لوگوں کی کہ جن کی حفاظت کی آپ نے قسم اٹھا رکھی ہے، نہ ہی ان حکمرانوں کی نظر میں اُس دین کی کوئی وقعت ہے جو آپ کے سینے میں ہے، اور نہ ہی انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا کوئی پاس ہے، اور نہ ہی ان حکمرانوں کو مسلمانوں کے خون کا کوئی احساس ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: **ومن يَقْتُلْ مُؤْمناً مُّتَعَمّداً فَجزآؤُه جَهَنَّمُ خَالداً فيها وَغَضبَ اللّه عَلَيْه وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظيماً** ''جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اسکے لیے عظیم عذاب تیار کر رکھا ہے'' (سورۃ النساء: 93)

اور ان حکمرانوں کو نہ تو مسلمانوں کے آپس میں لڑنے کی کوئی پرواہ ہے اور نہ ہی انہیں اس بات کی کوئی پرواہ ہے کہ اس فتنے کی جنگ میں آپ کا خون ناحق اور بے دریغ بہہ رہا ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إذا التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار ,**

قلنا یا رسول اللہ ھذا القاتل فما بال المقتول قال انہ کان حریصا علی قتل صاحبہ ''جب دو مسلمان ایک دوسرے سے لڑتے ہیں، تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم کی آگ میں ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ قاتل کے متعلق تو ایسا ہے، مگر مقتول کیوں جہنم میں جائے گا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: اس لیے کہ وہ بھی اپنے مسلمان بھائی کو قتل کرنا چاہتا تھا'' (بخاری)۔

اور انہیں اس بات میں کوئی عار نہیں کہ وہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ گرمجوشی سے بغل گیر ہوتے ہیں اور ان سے دوستیاں کرتے ہیں، اور آپ کے سینوں کو دشمن امریکہ کے لیے ڈھال بناتے ہیں اور آپ کی صلاحیتوں اور رازوں کو اس کے حوالے کرتے ہیں، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے :ولَن تَرضَی عَنكَ الْيهود ولاَ النَّصارى حتَّى تَتَّبِعَ ملَّتهُمْ ...''اور یہود و نصاریٰ ہر گز آپ سے راضی نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ آپ ان کی ملّت (دین) کی پیروی نہ کریں۔'' (البقرۃ:120)۔

ان ظالم حکمرانوں کو مسلمانوں اور اللہ کی اُن رحمتوں کا ذرّہ برابر بھی پاس نہیں، جو اللہ نے انہیں عطا کر رکھی ہیں۔ ان حکمرانوں نے اپنے کافر آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے ملکِ پاکستان کو، جو کہ ایک ایٹمی طاقت ہے، جس کی فوج دنیا کی ساتویں بڑی فوج ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے بے پناہ وسائل سے نوازا ہے، انتشار کی آگ میں جھونک دیا ہے اور تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: أَلَم تَر إِلَى الَّذين بَدَّلُوا نعْمَةَ اللَّه كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَومَهُمْ دَارَ الْبَوارِ جَهَنَّمَ يَصلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ''کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کے

احسان کو ناشکری میں بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر پہنچا دیا۔ یہ لوگ جہنم میں جلیں گے اور یہ رہنے کے لیے کیا ہی بری جگہ ہے" (سورۃ ابراہیم: 28-29)۔

بے شک یہ حکمران ہم میں سے نہیں اور ہم ان میں سے نہیں ہیں۔ تو پھر آپ انہیں کس طرح اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ مزید ایک گھنٹے کے لیے بھی آپ کے اسلحے اور طاقت کے بل بوتے پر اپنے عہدے پر برقرار رہیں، چہ جائیکہ آپ انہیں ہفتوں اور مہینوں کے لیے اپنے اوپر برداشت کریں۔

اے اہلِ قوت! محترم بھائیو!

پاکستان کے لوگ ان حکمرانوں کی حقیقت اور ان کے جرائم کے شر سے بخوبی آگاہ ہیں۔ وہ ان سے نفرت کرتے ہیں اور دن رات ان کے اقتدار کے خاتمے کی دعائیں کرتے ہیں۔ ان حکمرانوں سے نجات آپ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ اب آپ لوگوں پر ہے کہ آپ حرکت میں آئیں اور ان حکمرانوں کو اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں۔ اور یوں اللہ کی اس وسیع زمین پر اس حالت میں کھڑے ہوں کہ اللہ کا غضب اور عذاب آپ سے دُور رہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إنَّ النَّاسَ إذا رأوُا الظَّالمَ فَلمْ يأْخُذُوا عَلى يَدَيْه أوشَكَ أن يعمَّهُم اللَّه بعقَاب** "اگر لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو عذاب دے" (ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ)۔

اس دن سے ڈریں کہ جس دن جہنم بنی نوع انسان کے سامنے لائی جائے گی اور لوگ اس کی آگ کو براہِ راست دیکھ رہے ہوں گے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دن آپ کو ان لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے جنہوں نے ان شریر حکمرانوں کا ساتھ دیا، جو اپنے عوام کی قیادت کر رہے تھے تاکہ انہیں گمراہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَ ''اور وہ جہنمی کہیں گے اے ہمارے پروردِگار ہم نے اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور اُنہوں نے ہمیں سیدھی راہ سے گمراہ کیا''(سورۃ الاحزاب: 67)۔ اور فرمایا: وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِنَ النَّارِ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ''اور جب دوزخی آپس میں جھگڑیں گے، پھر کمزور سرکشوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ہی پیروکار تھے ، پھر کیا تم ہم سے کچھ بھی آگ دور کر سکتے ہو؟ سرکش کہیں گے ہم اور تم سبھی اس جہنم میں پڑے ہوئے ہیں، بے شک اللہ اپنے بندوں میں فیصلہ کر چکا ہے''(سورۃ المؤمن: 47-48)۔

یہ وہ وقت ہے کہ آپ مصمم ارادہ کریں، اور ان حکمرانوں کو ہٹا کر خلافت کے قیام کے لیے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں، اور اپنے ان انصاری بھائیوں کو یاد کریں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مادی مدد فراہم کی تھی اور ماضی میں اسلام کو مدینہ میں بطور ریاست اور حکمرانی قائم کیا تھا، اور دنیا و آخرت میں عزت و اجر کے حقدار بن گئے۔ اگر آپ اس پکار کا مثبت جواب دیتے ہیں تو عظیم رتبہ آپ کا بھی منتظر ہے۔ اور اگر آپ نے اس پکار سے منہ موڑا اور نصرۃ دینے سے انکار کیا تو یاد رکھیں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس سے قبل اپنے انبیاء کی مدد کی اور اللہ آج بھی عنقریب اپنے فرمانبردار

بندوں کی مدد کرے گا۔ ایسا نہ ہو کہ تب آپ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو سب سے پہلے اللہ سبحانہ تعالیٰ کے غضب اور خسارے سے دوچار ہوں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے تو بے شک پھر جائے اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہونگے اور اللہ ان کو محبوب ہو گا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہونگے، جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔ یہ (تو) اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ اپنی مخلوق کی تمام ضروریات کیلئے کافی ہے، اور کامل علم والا ہے۔''[سورۃ المائدہ:54]

ہم اللہ کے حضور دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ امت کے اس زندگی اور موت کے مسئلے کے لیے آپ کا سینہ کھول دے اور آپ کو دین کی نصرۃ کا اعزاز بخشے، بے شک اللہ دعاؤں کو سنتا ہے اور جواب دیتا ہے۔

(يَاأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ)

''اے ایمان والو! جواب دو اللہ اور اس کے رسول کی اس پکار کا جب وہ تمہیں بلائیں جس میں تمہارے لئے زندگی ہے۔ اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان ہے (اللہ برے

شخص کو ہر عمل کی اجازت نہیں دیتا)،اور بے شک اسی کی جانب تم سب جمع کئے جاؤ گے۔"(سورۃالانفال:24)